RGD. E. P. NO 861

رجسٹرڈ ای۔ پی نمبر ۸۶۱

اخبار بدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

و لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- برکات احمد راجیکی
اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ ۶ روپے
قیمت فی پرچہ ۲/

تواریخ اشاعت
۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

جلد ۲	۲۸ فتح سنہ ۱۳۳۲ ہش ۔ ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۵۳ء	نمبر ۴۸

ہندوستانی مسلمانوں کی بددلی

فرقہ پرستی کے نقصانات

گذشتہ دنوں لکھنو کے روزانہ اخبار "حقیقت" کے ایڈیٹر مسٹر انیس احمد صاحب عباسی پنڈت جواہر لال نہرو سے ملے اور بات چیت ہوئی۔ تو پنڈت نہرو نے آپ سے شکائیت کی کہ یو پی کے میونسپل انتخابات میں مسلمانوں نے کانگرس کا ساتھ نہیں دیا۔ اس شکائت کے جواب میں مسٹر عباسی نے بتایا کہ مسلمانوں میں عام طور پر بددلی پیدا ہو چکی ہے۔ بددلی کے اسباب میں اُن کے ساتھ کیا جا رہا سلوک ہے۔ مثلاً اردو ختم کی جا چکی ہے۔ یو پی کے وزراء اور کانگرسیوں میں اکثریت اینٹی مسلم اصحاب کی ہے۔ اور مسلمانوں کی پرواہ نہیں کرتے اور مسلمانوں کا ہندوستان میں اپنا مستقبل شاندار نہ سمجھنا ہے۔ پنڈت جی اس جواب کو سن کر خاموش ہو گئے کیونکہ وہ محسوس کرتے تھے۔ کہ یہ شکایات بے معنی نہیں"۔ (بحوالہ اخبار ریاست دہلی ۱۸ دسمبر سنہ ۵۳ء)

یہ شکایات اور اسی قسم کی اور بہت سی شکایات مسلمانانِ ہند کو اربابِ اختیار سے بجا طور پر ہیں اور افسوس ہے کہ ان کا ازالہ نہ کرنے کے کانگرس مسلمانوں کی دلی امداد اور تعاون کھو رہی ہے پچھلے میونسپل انتخاب میں مسلمانوں کی مدد سے کانگرس کو لکھنؤ اور یو۔پی کے دوسرے مقامات پر شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن موجودہ انتخابات میں مسلمانوں کی بددلی کی وجہ سے کانگرس کے حق میں بہت سے ووٹ ضائع ہو گئے۔ کانگرسی لیڈر اس خطرے کو محسوس کر رہے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال بجا ہے کہ اگر یہ بددلی قائم رہی تو آئیندہ انتخابات میں کانگرس کا کامیاب ہونا مشکوک ہے۔

یو پی کانگرس کے لیڈروں نے اگر ووٹوں کے نقصان کی وجہ سے مسلمانوں کی بددلی دور کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے تو یہ کوئی بلند کرداری اور ذمہ دارانہ ذہنیت نہیں۔

کانگرسی لیڈر اور حکومت کے سامنے سب سے اہم سوال یہ ہونا چاہیئے کہ ہندوستان کے تین چار کروڑ مسلمان جس صورت میں کہ وہ ہندوستانی ہیں اور ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں اور ان میں مولانا ابوالکلام آزاد، مسٹر رفیع احمد قدوائی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، میر مشتاق احمد، ڈاکٹر سید محمود اور مرزا اسمٰعیل وغیرہم مشہور شخصیتیں بھی شامل ہیں۔ جن پر ملکی اور وطنی اعتبار سے کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ بلکہ یہ سب کے سب اکثر کانگرسی لیڈروں سے بڑھ کر ملک کے خادم اور محب اپنے آپ کو ثابت کر چکے ہیں۔ کیوں بددل ہوں اور اُن کے جائز اطمینان کی صورت کیوں کانگرس اور اربابِ حکومت کی طرف سے نہ کی جائے۔

مسلمانوں کی بددلی کی سب سے بڑی وجہ ہندوستان میں فرقہ پرستی کی لعنت ہے جس کا وہ آئے دن تختہ مشق بنے رہتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ پنڈت جواہر لال نہرو اور بعض دوسرے ذمہ دار لیڈر اسکی مذمت کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کو دور کرنے کیلئے کوشاں بھی ہیں یہ لعنت مٹنے کا نام نہیں لیتی۔

اگر ہماری سیکولر ریاست میں فرقہ پرستی اور مذہبی منافرت کو ایک قابل سزا جرم قرار دیا جائے۔ اور اس پر حکومت کی مشینری سنجیدگی سے اور مذہبی خیالات سے بالا ہو کر عمل کرے۔ تو امید ہے کہ مسلمانوں کی بددلی بہت حد تک دور ہو سکیگی۔ اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی کو نہ صرف یو۔پی میں بلکہ دوسرے صوبوں میں بھی سب سے بڑی اقلیت کا دلی تعاون حاصل ہو جائے گا۔

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز مع اہل بیت و بزرگانِ سلسلہ ربوہ میں بخیریت ہیں۔

احباب حضور کی صحت و عافیت اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

اردو کی بے بسی

پنڈت جواہر لال نہرو اردو زبان کے حق میں کئی بار بیان دے چکے ہیں۔ خود گاندھی جی جس "ہندوستانی" کو بھارت میں رائج کرنے کے متمنی تھے۔ اس کے لئے ان کے خیال کے مطابق دونوں لپیاں (رسم الخط) یعنی ناگری اور فارسی ضروری ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج وہ لوگ جو اپنے آپ کو گاندھی بھگت سمجھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ زبان کے متعلق گاندھی جی کی ہدایات کو پس پشت ڈالنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی بھارت کے ہر دلعزیز وزیر اعظم کے پے در پے بیانات جو وہ اردو کے حق میں دیتے رہتے ہیں پر کوئی توجہ کی جاتی ہے۔

ابھی گذشتہ دنوں پنڈت نہرو نے اس کانفرنس کو جو ہندی کے رسم الخط کی اصلاح کے لئے لکھنو میں منعقد ہوئی اور جس میں تمام صوبجات کے وزراء اعظم شریک ہوئے مندرجہ ذیل پیغام دیا:-

"اردو اور رومن رسم الخط کو بھی ہندوستان میں برقرار رکھا جائے۔ اردو اور رومن رسم الخط بالکل مختلف ہیں اور ان کی ان کے حلقے میں حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ جوں جوں زمانہ گذرتا جائے گا دیوناگری رسم خط اردو رسم خط پر غالب آتا جائے گا۔ لیکن اردو رسم خط کو بھارت میں ایک بیش قیمت ورثہ کی حیثیت سے برقرار رکھنا چاہیئے۔ یہ رسم خط چار سو سال سے ہندوستان میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور اب بھی لوگ اسے کثیر تعداد میں استعمال کرتے ہیں اور یہ ہندوستانی زندگی کی ایک خصوصیت بن چکا ہے۔ اور مغربی ایشیا اور ہندوستان کے درمیان ایک رشتہ قائم کر چکا ہے۔ ہندوستان میں یکساں رسم خط ایجاد کیا جانا چاہیئے۔ اور اسے بھارت کی مختلف زبانوں کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ اس کی وجہ سے لوگوں ہندوستان کی دوسری زبانیں سیکھنے کا شوق پیدا ہوگا"۔

لیکن افسوس ہے کہ اردو دشمنی کا مرض اس قدر خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے اور شائد مختلف ریاستوں کے لیڈر بھی اس کا اس بری طرح شکار ہو چکے ہیں کہ اردو کے مٹانے کے لئے ہندوستان کے اطراف و جوانب میں کوشش زوروں پر ہے۔ اور غلط طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اردو کا وجود ہندی زبان کی ترقی کی راہ میں سنگ گراں ہے۔ حالانکہ ہندی کی ترقی اپنی جگہ پر ہے اور اردو کی زندگی اور بقا اپنی جگہ پر۔ بے شک ہندی راشٹر بھاشا ہے اور اسکی ترقی میں حصہ لینا ہر محب وطن کا فرض ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ کسی علاقائی زبان کا گلا گھونٹنا اس کے لئے ضروری ہے۔

پنڈت نہرو کو چاہیئے کہ اگر وہ اردو کو ہندوستان میں زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو اسکے لئے کوئی مؤثر قدم اٹھائیں۔ کم از کم یو پی دہلی اور پنجاب کے علاقوں میں اردو کو ترقی کرنے کے لئے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائیں صرف اعلانات کے ذریعہ سے اردو کی حمایت وقتی طور پر مؤثر ثابت نہیں ہو سکتی۔

احمدیہ انٹرنیشنل پریس کراچی کے نمائندہ کا قادیان میں ورود

قادیان ۱۷ دسمبر۔ مسٹر تاثیر صاحب احمدی جنرل سیکرٹری احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کراچی پٹیالہ و جالندھر جاتے ہوئے قادیان میں بھی تشریف لائے۔ آپ نے قادیان میں مزار مبارک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ پر دعا کی اور اس کے بعد مسجد مبارک و بیت الدعا وغیرہ میں نفل ادا کئے۔

آپکی آمد پر مقامی کانگرس کمیٹی کے عہدیداران ملاقات کیلئے دفتر نظارت امور عامہ میں تشریف لائے۔ ان میں سیٹھ بانکے لال صاحب پریذیڈنٹ کانگرس کمیٹی پنڈت ملک راج صاحب جنرل سیکرٹری۔ سردار پریتم سنگھ صاحب کامریڈ رام کشن صاحب اور منشی رام صاحب بھی شامل تھے جنہوں نے پاکستان کے دستور اور اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے متعلق مختلف سوالات کئے۔ انکے جوابات تاثیر صاحب نے اپنے علم کے مطابق دیئے۔ کانگرس کے تمام ممبران نے احمدیہ نمائندہ پریس سے ملکر بہت خوشی کا اظہار کیا۔

تاثیر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے رسالہ گرنتھ کا ایک نسخہ بھی لائے ہیں جو وہ سردار گیان سنگھ راڑیوالہ کی خدمت میں پٹیالہ جا کر پیش کریں گے انہوں نے یہ وعدہ فرمایا کہ وہ واپس کراچی جا کر گرنتھ صاحب کے اور نسخے بھی بھجوائیں گے۔ کیونکہ انکا مقصد دونوں ملکوں کے درمیان محبت اور اتحاد کے

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

احمدیت غیروں کی نگاہ میں

: از ایڈیٹر :-

کچھ عرصہ پیشتر خاکسار مع دو اور دوستوں کے ایک ضروری کام کے لئے دہلی گیا۔ راستہ میں دو دن جالندھر قیام کا موقعہ ملا۔ اسی دوران میں جب ہم شام کے وقت ایک چھوٹے بازار میں سے گذر رہے تھے۔ تو بعض لڑکوں نے ہمیں اسلامی لباس میں دیکھ کر ہمارے خلاف نامناسب آوازے کسے۔ طبعاً ہمیں ان کے الفاظ سے تکلیف محسوس ہوئی۔ اور ہم اسی حالت میں چھوٹے بازار میں سے گذر کر بڑے بازار میں پہنچے۔ ابھی دس پندرہ قدم ہی اس بازار میں ہم چلے ہوں گے کہ راستہ میں ایک بوڑھے سکھ دوست ملاقی ہوئے وہ ہمیں دیکھتے ہی بلند آواز سے کہنے لگے کہ "کیا آپ دوست قادیان سے آئے ہیں؟" جب میں نے اُن کے استفسار کا جواب اثبات میں دیا تو اونچی آواز سے کہنے لگے :-

"قادیان والوں پر خدا کی رحمت"

ان کی آواز سن کر اور ہمیں وہاں پر کھڑا دیکھ کر بہت سے لوگوں کا اجتماع ہوگیا۔ وہ سکھ دوست جن کا نام "مولا سنگھ" تھا جوشِ عقیدت میں بھر کے بار بار یہ کہتے کہ "آج روئے زمین پر سب سے زیادہ اعلےٰ اخلاق والے اور رواداری دکھانے والے احمدی ہی ہیں۔ مجھے اس جماعت کے افراد کو قریب سے دیکھنے کا ایک لمبے عرصہ تک موقعہ ملا ہے۔ اور ان کے اخلاق کو ذاتی طور پر مشاہدہ کیا ہے۔ مجھے اس جماعت کی نظیر نہ ہندوؤں میں نظر آتی ہے نہ سکھوں میں نظر آتی ہے۔ نہ عیسائیوں میں ملتی ہے اور نہ کسی اور جماعت میں نظر آتی ہے" اس کے بعد بتانے لگے۔ کہ تقسیم ملک سے پہلے ان کی رہائش قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں تھی۔ اور وہاں پر احمدیہ جماعت کے بہت سے افراد بھی اُن کے ہمسایہ میں رہتے تھے جن میں سے میاں محمد شریف صاحب ای۔اے۔سی (ریٹائرڈ) کا نام اُنہوں نے خاص طور پر لیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے تعریفی کلمات انہوں نے جماعت کے متعلق اس غیر مسلم اجتماع میں برسرِ بازار کہے۔ اور یہ بھی کہا کہ آپ لوگ جو قادیان میں رہتے ہیں دراصل بہشت کے باسی ہیں۔ اور ہر وقت محبت و پریم اور رواداری سے نیک عہد کے کھانے والے ہیں۔

خداتعالیٰ کی یہ عجیب قدرت ہے کہ نادان بچوں کی نامناسب نعرہ بازیوں کی وجہ سے ہمارے دلوں کو جو تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے چند منٹوں کے بعد ہی اُس کا ازالہ کردیا۔

اسی طرح یہ عجیب اتفاق ہوا کہ جب ہم جالندھر سے دہلی کے لئے گاڑی پر سوار ہوئے تو ہمارے ہم سفر ایک ہندو دوست جن کا نام "سنت رام" تھا۔ اور وہ امرتسر میں رنگ سازی کا کاروبار کرتے ہیں ہو ...

ان کو جب دوران گفتگو میں یہ معلوم ہوا کہ ہم احمدی ہیں۔ اور قادیان کے رہنے والے ہیں۔ تو انہوں نے بھی جماعت احمدیہ کی خاص طور پر تعریف کرنا شروع کر دی۔ اور بتایا کہ ان کی امرتسر میں بہت سی مملوکہ دکانیں ہیں۔ جن میں سے ایک دکان میں مستری غلام نبی صاحب مسگر احمدی کرایہ دار تھے۔ ان کے اردگرد غیر احمدی مسلمان بھی کاروبار کرتے تھے۔ اور عام طور پر اُن سے بحث مباحثہ رہتا تھا۔ ان غیر احمدی مسلمانوں کا عام طور پر یہ طریق تھا کہ وہ کسی نہ کسی عذر یا بہانہ کو پیش کر کے مستری غلام نبی صاحب کے کاروبار کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے میرے سامنے یہ شکایت کی۔ کہ مستری صاحب کے ہتھوڑے کے کام کے شور کی وجہ سے اُن کی نماز میں خلل آتا ہے۔ اس لئے اُن کو مذکورہ دکان سے بیدخل کیا جائے۔ جب میں نے اس معاملہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا۔ کہ مسجد کافی فاصلہ پر تھی۔ اور مستری صاحب کے کام کی وجہ سے نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہوتا تھا۔ تاہم میں نے مستری صاحب کو بلوایا اور اُن کو غیر احمدی مسلمانوں کے اعتراض سے آگاہ کیا۔ وہ چونکہ بہت شریف الطبع اور صلح جو انسان تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ بات منظور کر لی کہ وہ نمازوں کے اوقات میں اپنا کام بند کر دیا کریں گے۔ اگرچہ اس سے اُن کو مالی نقصان ہوا لیکن انہوں نے بخوشی اس کو برداشت کیا۔

فسادات ۱۹۴۷ء میں جب امرتسر میں قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ اور آتش زنی کا بازار گرم ہوا۔ اور کٹڑہ جیمل سنگھ میں کثرت کے ساتھ مکانات اور دکانات نذرِ آتش ہونے لگیں تو اس سے کچھ عرصہ پیشتر مستری غلام نبی صاحب اپنی دکان کو مقفل کر کے لاہور جا چکے تھے۔ ان کے بعد اس دکان کے قرب و جوار میں بھی آتش زنی کی واردات شروع ہوگئیں یہاں تک کہ دکان سے ملحقہ مکان آگ کی لپیٹ میں آگیا۔ اور اس کی کڑیاں اور شہتیر آگ کے صدمہ سے دکان کے دروازہ کے سامنے گرے دکان کے پیچھے میرا رنگوں کا لاکھوں روپے کا سٹاک تھا اگر اس دکان میں آگ لگ جاتی تو لازمی طور پر وہ سٹاک جس میں بھک سے اُڑ جانے والا آتشیں مادہ تھا۔ جل جاتا جس کے نتیجہ میں کئی کئی فرلانگ تک اردگرد کا علاقہ آگ سے خاک سیاہ ہو جاتا۔

لیکن یہ پرماتما کی عجیب قدرت تھی۔ کہ عین اُس دکان پر آکر آگ رُک گئی۔ اور میرا لاکھوں کا سٹاک مع اردگرد کے علاقے کے تباہی سے بچ گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ یہ معجزہ اُس نیک اور پوتر خیالات کے احمدی کی وجہ سے وقوع میں آیا۔ اور اس وجہ سے کہ مستری صاحب میری اس دکان میں اکثر دعائیں اور عبادت کیا کرتے تھے اس عجیب بات کو دیکھ کر میرے دل میں جماعت احمدیہ کی خاص عظمت اور عزت ہے۔ اس جماعت کے ماننے والے اکثر نیک خیالات کے اور روادار ہوتے ہیں۔

عقیدت کا سلام

نتیجۂ فکر جناب پنڈت میلارام صاحب وفاؔ ایڈیٹر ویر بھارت دہلی

نیک بندوں سے کبھی خالی نہیں ہوتا جہاں
ابتدائے آفرینش سے ہے ایسا انتظام

آج بھی مرزا بشیر الدین محمودؔ اَے ندیم
اس جہاں میں ایک ہیں ہستی مجسم لاکلام

موجزن سینے میں ہر دم اپنے بیگانے کا درد
اور خواہاں دیکھنے کے ہر کسی کو شادکام

خلق کی خدمت میں حاجتمند کی امداد میں
امتیازِ ہندو و مسلم سے بالاتر مدام

سینکڑوں بیوائیں تقسیمِ وطن کے بعد بھی
دل کی گہرائی سے ہیں انکی دعاگو صبح و شام

بیسیوں نادار ہندو، درجنوں محتاج سکھ
سب وظیفے پا رہے ہیں آجتک بالالتزام

قادیاں میں اور گرد و پیش کے دیہات میں
ہے رواں زوران کے خیراتی شفاخانے کا نام

مختصر یہ ہے کہ ہر انداز سے ہر رنگ میں
ہر طرف جاری ہے سال و ماہ جو ہے فیضِ عام

اور پیروان کے یعنی احمدی فرقہ کے لوگ
گامزن رہتے ہیں راہِ حق پہ روز و شب تمام

آدمیت کا نمونہ ان کا ہے ایک ایک فرد
سربسر انسانیت کے پیکر ان کے خاص و عام

حلم کی، اخلاص کی، اخلاق کی زندہ مثال
خوش مزاج و خوش خصال و خوش خیال و خوش کلام

آشتی و امن ہے ان کا اصولِ اوّلین
اور سارے مذہبوں کے ہادیوں کا احترام

مسلک ان کا حافظ شیراز کا یہ قول ہے
"با مسلماں اللہ اللہ، با برہمن رام رام"

سمجھو ہر شرنارتھی کو اپنا مہمانِ عزیز
ان کا ہے جزوِ عمل حضرت کا یہ زریں پیام

ان روایاتِ حسین کا جو علمبردار ہے
پہنچے اس فرقہ کے رہبر کو عقیدت کا سلام

ضروری اعلان

نظارت بیت المال قادیان کو مندرجہ ذیل احباب کا موجودہ پتہ درکار ہے اگر کسی دوست کو ان کا موجودہ پتہ ہو یا وہ خود یہ اعلان ملاحظہ فرمائیں تو دفتر ہذا کو بواپسی مطلع کر کے ممنون فرمائیں۔

(۱) محمد رفیق صاحب فلیکس ایجنٹ پی۔ ایم روڈ آف مارسلینگ (۲) تقدیر احمد صاحب کمرہ ۱۲ بیک مولوگرام عل احمد آباد گجرات (۳) شیخ احمد رضا صاحب معرفت ہیڈ ارسیدار کانسٹیبل مسجد جبل پور (۴) نصیر احمد صاحب مانکور ضلع ایٹہ (۵) حمید الدین صاحب احمدی مکان ۱۹۴۳/۲ سلسانہ اسٹیٹ پونا۔ (ناظر بیت المال قادیان)

ولادتیں :- قادیان مورخہ ۱۱/۱۲ کو چوہدری محمود احمد صاحب عارف کے ہاں لڑکی تولد ہوئی اور مورخہ ۲۲/۱۲ کو مستری محمد حسین صاحب ویلڈر اور مورخہ ۲/۱۲ کو محمد احمد نسیم صاحب مبارکباد کے ہاں لڑکا ... خداتعالیٰ نومولودوں کو لمبی عمر عطا فرمائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ کا سالانہ اجتماع

(از اسسٹنٹ ایڈیٹر)

بنی نوع انسان اجتماعیت کا رنگ دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس کا یہ خوبصورت پہلو عبادات میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ مثلاً

اسلام نے ایک دن رات میں پانچ نمازوں کے باجماعت مسجد میں ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ درحقیقت ایک چھوٹا سا اجتماع ہے۔ جس سے محلہ والے لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ہر ساتویں روز جمعہ کے دن اجتماعی تقریب پیدا کی گئی ہے۔ جس کے ذریعہ شہر کے مختلف محلوں کے مسلمان ایک جامع مسجد میں اکٹھے ہوتے۔ اور عبادت بجالاتے ہیں۔ پھر عیدین کی نمازیں جن کا دائرہ اجتماع اس سے زیادہ وسیع ہے۔ جو سال میں دو مرتبہ آتی ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ایک عالمگیر اجتماع اسلامی مرکز مکہ مکرمہ میں رکھا گیا ہے۔ جس میں ہر ذی استطاعت مسلمان کا شریک ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اسے اسلام کی بنیادی باتوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔

الغرض اس قسم کے مختلف اجتماعات اپنے اندر بڑے فوائد رکھتے ہیں۔ کہ اگر یہ ان کو صحیح رنگ میں عمل میں لایا جائے تو ملک اور قوم کا نقشہ بدل جائے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے جب خدا تعالےٰ سے الہام پاکر مامور من اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اور سعید روحوں کا آپ کی طرف رجوع ہونے لگا۔ تو حسب سنت انبیاء علیہم السلام آپ نے بھی ان کی تعلیم و تزکیہ نفوس اور نیز آسمانی آواز کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے ۱۸۹۱ء میں جماعت احمدیہ کے سالانہ اجتماع کی بنیاد رکھی اور آپ نے فرمایا:

"قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں"۔

چنانچہ پہلے سال ۷۵ اصحاب اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ پھر اس کا باقاعدہ اجراء ۱۸۹۲ء میں ہوا جبکہ جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ میں ۳۲۷ اصحاب شریک ہوئے۔ اس کے بعد سوائے ایک دفعہ کے ہر سال جلسہ کا انعقاد ہوتا ہے۔ اور اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد سال بسال بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ تقسیم ملک سے پہلے احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں جو آخری سالانہ جلسہ ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوا اُس میں سامعین کی تعداد چونتیس ہزار تھی۔ اس جلسہ میں شریک ہونے والے صرف احمدی ہی نہیں ہوتے بلکہ مختلف مذہب و ملت کے سنجیدہ مزاج افراد تحقیق حق کے لئے اس موقعہ پر آتے ہیں۔ اور انہیں قریب سے جماعت کی تعلیم و عقائد کے مطالعہ کا موقعہ ملتا ہے۔ اور عموماً اچھا اثر لے کر جاتے ہیں۔

چونکہ یہ سالانہ اجتماع الٰہی تحریک کی بناء پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس میں غیر معمولی برکت ڈالی۔ چنانچہ اس کے ذریعہ جماعت کی تبلیغی تنظیمی اور تربیتی اغراض بہتر طور پر پوری ہو رہی ہیں۔ جس کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے۔ جیسا کہ اخبار الجمعیت مجریہ ۲۸ر نومبر ۱۹۳۲ء نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔

"قادیانیوں کا جلسہ سالانہ بسلسلہ تنظیم وہ کام کر رہا ہے۔ جو مسلمانوں کے یہاں حج بیت اللہ سے ہونا چاہیئے اب اس قادیانی تنظیم کے مقابلہ میں مسلمانوں کی حالت دیکھی جائے تو نہایت پراگندہ اور غیر منظم ہے"۔

متذکرہ بالا اغراض ثلاثہ پر قدرے تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے کہ کس طرح جلسہ سالانہ کی بابرکت تقریب سے ان کا حصول بپایہ تکمیل پہونچ رہا ہے۔

۱۔ جلسہ سالانہ کی تبلیغی اغراض

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک ایسی قیمتی اور مفید چیز موجود ہے۔ جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ تو بلادریغ اسے دوسروں کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ ایسے اوقات میں مبعوث ہوتے ہیں جبکہ روحانیت کے لحاظ سے یہ جوہر کمیاب ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا جذبہ ہمدردی اس صورت پر جوش مارتا ہے وہ بالطبع اس بات کے متمنی ہوتے ہیں۔ کہ جس بیش بہا خزانہ سے وہ خود مالا مال ہوئے ہیں اُن کے دوسرے بھائی بھی اپنے دامن بھر لیں۔ چنانچہ اس جذبہ ہمدردی کو وسیع کرتے ہوئے خدائے ذوالعرش نے فرمایا:۔

بلّغ ما انزل الیک من ربک

جو تمہیں اپنے پروردگار کی طرف سے ملا اسے دوسروں تک پہنچاؤ۔ گویا ایک دائمی چشمہ جاری کر دو جس کی طرف سر گشتہ کام اپنی تشنگی دور کرنے کے لئے دوڑا چلا آئے۔

پھر بنی نوع انسان سے اس قسم کا جذبہ ہمدردی نہ صرف انسان بلکہ جانور تک بھی پایا جاتا ہے۔ البتہ ان میں سے بعض میں تو یہ وصف نمایاں نظر آتا ہے۔ مثلاً کوا ہے۔ جب کسی ایک کوّے کو کسی جگہ سے کوئی چیز مل جائے تو وہ کائیں کائیں کرنے لگتا ہے۔ در اصل اس کی یہ آواز اپنی نوع سے انتہائی ہمدردی کو ظاہر کرتی ہے۔ اور جب تک اُس کے پہلو میں ایک دو اور کوّے جمع نہ ہو جائیں اُسے چین ہی نہیں آتا۔ پس انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کے اندر کوّے سے کہیں بڑھ چڑھ کر جذبۂ ہمدردی ودیعت کیا گیا ہے۔ پس اسکے اظہار کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی ہے۔

اسلام کی لاتعداد خوبیوں میں سے اعلےٰ درجہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے۔ کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک پلیٹ فارم پر لاکر حقوق انسانی میں سب کو یکساں درجہ دیتا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے پُرامن سٹیج سے اس اسلامی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے کبھی بھی دوسرے مذہب پر بے جا تنقید نہیں کی جاتی۔ بلکہ نہایت پیار و محبت سے اسلام کے حسین اور روشن چہرہ کو پیش کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے نہ صرف خود اس پر عمل کیا بلکہ اپنے ملک کے تمام اہل مذاہب کے سامنے یہی اصول رکھا کہ وہ اپنے سٹیج پر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں جس سے سامعین از خود اندازہ لگا لیں گے کہ کونسا مذہب اس قابل ہے کہ اسے زندہ اور قابل عمل قرار دیا جائے۔

الغرض جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ سے اگر تبلیغی اغراض مقصود ہیں۔ تو بس اسی پابندی میں رہ کر اور یہی اصل چیز ہے جو انسان کو صحیح فیصلہ تک پہنچانے میں مدد ہو سکتی ہے اور اسی سے ملک و قوم کی ترقی وابستہ ہے۔

تنظیمی اغراض

جب کوئی شخص اس آسمانی آواز کو سن کر اس پر لبیک کہتا ہے اور اُن تمام باتوں میں بار بار شریک ہو جانے کا اقرار کر لیتا ہے۔ جن کے لئے جماعت احمدیہ کھڑی ہوئی ہے تو ایسے انسان کو اپنی تنظیم میں لے لینے کے لئے ضروری ہے کہ اُسے طریق کار سے بھی مطلع اور آگاہ کر دیا جائے۔ تا آئندہ کے لئے وہ بجائے خود ایک مبلغ ہو اور اس پر عائد شدہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے وہ خود کوشش کرے۔

پس جلسہ سالانہ کے انعقاد سے اس بڑی غرض کو بھی پورا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے علاوہ تبلیغی و تربیتی وغیرہ مضامین کے ایسے امور پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ جس سے احمدیہ جماعت کے نظام کو تقویت پہنچے۔ اور اُس کی تنظیم مضبوط ہو۔ اس لئے ہر وہ احمدی جو اس مقدس سلسلہ اور زنجیر کی ایک کڑی بن چکا ہے۔ اُس کے لئے لازمی ہے کہ اُن سے اطلاع پائے۔ اور یہ چیز اُسے جلسہ سالانہ میں شمولیت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر سال اس اجتماع میں شامل ہونے والے احباب خدا کے فضل سے اس بیش قیمت چیز سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی وقت خصوصیت سے ایسے مضامین کو سٹیج پر سے نہ بھی سنایا جائے پھر بھی اجتماع کے دنوں میں عملی رنگ میں ان پر عبور ضرور ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اور عارضی فائدہ ان (سالانہ) جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہیگا"۔

پس جو احمدی اس اجتماع میں شریک ہوتا ہے وہ جماعت کی تنظیم کو مضبوط بناتا اور باہمی تودد و تعارف کے رشتہ کو ترقی دیتا ہے۔

تربیتی اغراض

دل میں روحانیت کا پودا لگا کر اُسے آبیاری کی اُسی طرح ضرورت ہے جس طرح ظاہری پودے کی سرسبزی اور شادابی کے لئے۔ اس کے لئے صحبت صالحین اور وعظ و نصائح کی مجالس میں حاضری ضروری ہے۔ ورنہ جس طرح الگ تھلگ پڑے ہوئے لوہے کو زنگ لگنے کا زیادہ اندیشہ ہے اسی طرح ایسے مواقع سے مستفید نہ ہونے والا انسان اپنے ایمان کی چنگاری کو راکھ میں دبانے والا بنتا ہے۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ قلوب کو صیقل کرنے کے ذرائع عمل میں لائے جائیں۔ اور روحانیت میں جلا حاصل کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

شراب نوشی سے توبہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعجازی قوت

از حضرت مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی

ذیل کا بیان از روز نامہ حیاتِ قدسی حصہ سوم سے جو ابھی غیر مطبوعہ ہے اخذ کر کے ہدیۂ قارئین بدر کیا جاتا ہے۔ ——— (ایڈیٹر)

حضرت منشی احمد دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوجرانوالہ (پنجاب) میں اپیل نویس تھے۔ وہ اصل موضع بھلے والے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ بعد میں گوجرانوالہ مقیم ہو گئے۔ بہت مخلص اور علم دوست احمدی تھے۔ ان کی ایک بڑی لائبریری بھی تھی جس کی بہت سی کتب بعد میں قادیان کی لائبریری میں بھی شامل کی گئیں۔ آپ ایک عرصہ تک نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف مالیر کوٹلہ کے ہاں بھی ملازم رہے۔ منشی صاحب رضی اللہ عنہ ۱۹۰۵ء میں ایک دفعہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس ان دنوں باغ میں قیام فرما تھے۔ اور حضور کا یہ خاکسار غلام بھی وہیں باغ میں حضور کے قدموں میں حاضر تھا۔ اور حضرت مولانا حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے طب کی بعض کتب بھی پڑھا کرتا تھا۔

منشی صاحب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ اپنے ایک غیر احمدی وکیل دوست کو بھی گوجرانوالہ سے لائے۔ ان کے یہ دوست شراب نوشی کی عادت کے بری طرح شکار تھے۔ اور اس کثرت سے شراب پیتے تھے کہ کسی وقت کھانا بھی بغیر بادہ خواری کے نہ ہوتا تھا۔ منشی صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک لمبے عرصہ تک اپنے اس دوست کی عادت بد چھڑانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ وکیل صاحب ان کو یہی کہتے کہ اتنے لمبے عرصہ سے یہ عادت میرے اندر راسخ ہو چکی ہے کہ اب اس کا ترک کرنا میری ہمت اور طاقت سے باہر ہے۔ منشی صاحب رضی اللہ عنہ اس خیال سے کہ قادیان میں حضرت اقدس علیہ السلام اور دوسرے بزرگوں کی دعا و برکت سے شاید وہ اس عادتِ بد کو چھوڑ سکیں ان کو قادیان لائے تھے۔

ان دنوں باغ میں حضرت مولانا حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ قرآن کریم کا درس بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ بعد نماز عصر درس دینے لگے تو منشی صاحب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اپنے ساتھ ایک غیر احمدی دوست کو بھی لایا ہوں۔ ان کو مے نوشی کی پرانی عادت ہے۔ آپ درس میں بادہ نوشی کی مضرتوں اور نقصانات پر بھی مفصل روشنی ڈالیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دوست آپ کی وعظ و نصیحت اور توجہ سے اس عادت کو ترک کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ اتفاق سے درس بھی آیت یسئلونک عن الخمر الخ والے رکوع سے شروع ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ نے شراب کی مضرتوں اور نقصانات کو بوری شرح و بسط سے بیان فرمایا۔ اور روحانی اخلاقی۔ اقتصادی۔ تمدنی اور طبی اعتبار سے اس مسئلہ پر بہت عمدگی سے روشنی ڈالی۔ حضرت کا درس بہت ہی پُر تاثیر اور فائدہ بخش تھا۔

جب درس ختم ہوا تو منشی صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنے وکیل دوست سے جو حلقہ درس میں بیٹھا ہوا تھا دریافت کیا کہ کیا آپ کو بھی اس درس سے کوئی فائدہ پہنچا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ شراب کی مذمت میں جو کچھ میں نے آج حضرت علامہ کی زبان سے سنا ہے واقعی اس سے قبل میرے سننے میں نہیں آیا۔ اور مجھ پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ شراب خوری بہت نقصان رساں اور مضر ہے۔ لیکن جب میں نے اپنے نفس سے اس بارہ میں پوچھا تو اس کو اس پرانی عادت کے ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں پایا ؎

چھٹتی نہیں ہے یہ کافر منہ سے لگی ہوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات

منشی صاحب رضی اللہ عنہ اپنے دوست کے اس انکار کو سن کر بہت ہی رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اس کے بعد جب وہ گوجرانوالہ واپس جانے لگے تو انہوں نے اپنے وکیل دوست سے کہا کہ چلتے ہوئے جاتے ہوئے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام سے اجازت حاصل کر لیں۔ اور زیارت بھی کرتے جائیں۔ حضور اقدس علیہ السلام ایک خیمہ میں فروکش تھے۔ خادمہ کے ذریعہ سے حضور کو اپنے حاضر ہونے کی اطلاع بھجوائی۔ حضور اقدس علیہ السلام نے اطلاع ملنے پر اندر بلا لیا۔ اور اپنے قریب پلنگ پر بٹھایا۔ یہ خدا تعالیٰ کے عجیب اسرار میں سے ہے کہ بغیر منشی صاحب رضی اللہ عنہ کے کچھ عرض کرنے کے اور اپنے دوست کا حال بیان کرنے کے حضور اقدس نے قوت ارادی اور قوت ضبط کی ایک حکمت بیان کرنی شروع کر دی۔ اور فرمایا کہ انسان کے اندر بعض کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ مختلف عیوب اور گناہوں میں مبتلا اور ملوث ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ضمیر پاک دیا گیا ہے۔ اور اس کو قوت ارادی اور قوتِ ضبط بھی عطا کی گئی ہے اس لئے اگر انسان اس سے کام لے تو وہ ان عیوب اور گناہوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

ایک دلچسپ حکایت

چنانچہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور مثال کے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ کو مٹی کھانے کی عادت پڑ گئی۔ اور وہ مٹی سے اس قدر مانوس ہو گیا کہ ہر وقت اس کی تعریف و توصیف کرنے لگا۔ دربار کے امراء اور وزراء نے بھی جب بادشاہ کی طبیعت کا رجحان دیکھا تو بوجہ بادشاہ کے ملازم ہونے کے مٹی کی تعریف کرنے لگ پڑے۔ بادشاہ نے کہا بعض لوگ مٹی کھانے کو مضر خیال کرتے ہیں۔ لیکن مجھے تو اس میں کچھ برائی یا مضرت معلوم نہیں ہوتی۔ اس پر وزراء اور دوسرے درباریوں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! لوگ یونہی اس کے نقصانات بتاتے ہیں۔ ان کو کیا معلوم ہے کہ مٹی میں کیا کیا خزانے اور عجائبات پائے جاتے ہیں۔ آخر سب انسانوں کی غذائیں اور باغ و بستان مٹی سے ہی بنتے ہیں۔ اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ بھی مٹی سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ پھر مٹی نقصان دہ کیسے ہو سکتی ہے۔ بادشاہ درباریوں کی مٹی کے متعلق ایسی تعریفوں کو سن کر مٹی کھانے کی عادت میں اور بھی پختہ ہو گیا۔ جب مٹی کے استعمال پر بادشاہ کو ایک عرصہ گزر گیا۔ تو اس کے بد نتائج ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ جگر خون پیدا کرنے سے رہ گیا۔ معدہ کی قوت ہضم میں فرق آ گیا۔ چہرہ پر بے رونقی اور مسوڑھوں اور زبان پر کمی خون کے اثرات ظاہر ہو گئے۔ چلنے کے وقت سانس پھولنا شروع ہو گیا۔ ان علامات کے نمایاں ہونے پر بادشاہ نے پھر دربار میں ذکر کیا کہ میں نے مٹی کھانے کی عادت اختیار کی تھی۔ لیکن میں نے مٹی کو کیا کھایا مٹی نے مجھے کھا لیا ہے۔ اور جو جو عوارض اور نقصانات اس کو ہوئے تھے بیان کئے۔ اس پر درباریوں نے جو زمانہ ساز اور راہ کے غلام تھے نہ کہ بیگنوں کے مٹی کی مذمت شروع کر دی۔ اور اس میں ہر طرح سے مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ کسی نے کہا مٹی جیسی مذموم چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ جس پر تمام مخلوقات کا بول و براز پڑتا ہے۔ کسی نے کہا کہ سب لوگوں کے جوتے جس پر روز پڑتے ہیں وہ چیز بھی کچھ قابل تعریف ہو سکتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس درباری کے خیال میں جو بھی مذمت کا خیال آیا اس نے کہہ ڈالا۔

بادشاہ نے کہا اب اس معاملہ کو رہنے دو اور میری صحت کی بحالی کے لئے کوئی تجویز و انتظام کرو۔ چنانچہ ملک کے طول و عرض سے چیدہ چیدہ اطباء اور معالج درجنوں کی تعداد میں بادشاہ کے علاج کے لئے جمع کئے گئے۔ اور علاج شروع ہوا۔ بادشاہ نے سب معالجین کو کہا کہ علاج شروع کرنے سے پہلے میری ایک شرط ہے کہ چونکہ مٹی کھانے کی عادت میرے اندر راسخ ہو چکی ہے اور اس کو میں چھوڑ نہیں سکتا اس لئے ایسا علاج کیا جائے کہ بغیر کسی وعظ و نصیحت کے اور کسی پرہیز کرانے کے دوا اور غذا کے استعمال سے ہی مٹی کی عادت ترک ہو جائے۔ اور مٹی سے نفرت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ علاج شروع ہوا اور ایک عرصہ تک ہوتا رہا۔ لیکن نہ ہی بادشاہ مٹی کھانے سے باز آیا اور نہ ہی کوئی اور دوا اور غذا اس عادت کو ترک کرانے کے لئے کارگر ہو سکی۔

کامیاب علاج

ایک مدت کے بعد کوئی سیاح بادشاہ کے شہر میں آ نکلا۔ اور اتفاق سے بادشاہ کے اطباء اور معالجوں کی قیام گاہ پر آ گیا۔ جب اس نے بادشاہ کی جان گسل بیماری اور لمبا عرصہ تک ناکام علاج کے متعلق سنا۔ بہت افسوس کیا۔ اور کہا کہ علاج تو بہت آسان ہے لیکن اطباء نے یونہی اتنا لمبا عرصہ لگایا ہے۔ اس سیاح کی یہ بات افواہ تمام شہر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ اور اس کے درباریوں تک بھی جا پہنچی۔ دوسرے دن جب بادشاہ دربار میں آیا تو اس نے اس کا ذکر اپنے وزراء اور امراء کے سامنے کیا۔ سب نے کہا کہ ہم نے بھی یہ بات سنی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس سیاح کو طلب کیا جائے۔ جب وہ سیاح شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ تو بادشاہ نے اُسے مخاطب کر کے کہا کہ ایسی ایسی بات سننے میں آئی ہے کیا یہ درست ہے۔ اس سیاح نے عرض کیا۔ کہ ہاں یہ درست ہے۔ اور میں آپ کا کامیاب علاج بہت ہی قلیل وقت میں کر سکتا ہوں۔

اس کے بعد اس نے کہا کیا آپ اپنا علاج ابھی جلوت میں کرانا چاہتے ہیں یا خلوت و

ملیدہ گی ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ کچھ متامل ہؤا۔ اور اس نے خیال کیا کہ سب کے سامنے علاج کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی بات وقوع میں آئے جو باعث خفت ہو۔ اس لئے اُس نے کہا کہ میں علاج خلوت وعلیحدگی میں کراؤں گا۔ چنانچہ مناسب جگہ اور وقت پر جو علاج کے لئے تجویز ہؤا وہ سیاح پہنچ گیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اس وقت علاج کے طور پر جو تجویز میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اگر وہ آپ مان لیں گے تو یقیناً آپ کو بیماری سے فوراً شفا ہو جائے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کہئے۔ میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ سیاح نے کہا اترك الحكومة یعنی اپنی بادشاہت کو چھوڑ دو۔ بادشاہ اس تجویز سے حیران ومتعجب ہؤا اور اس کی وجہ دریافت کی۔ سیاح نے عرض کیا۔ کہ بادشاہوں کو بادشاہوں سے مقابلے اور لڑائیاں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ پس آپ خود ہی بتائیں کہ جب آپ اس حقیر اور ذلیل مٹی کا جو روزانہ پاؤں اور جوتوں کے نیچے روندی جاتی ہے مقابلہ نہیں کر سکتے اور اس سے مغلوب ہو رہے ہو۔ تو جب آپ کا مقابلہ کسی زبردست غنیم سے ہوگا تو اس کے مقابل پر آپ کس طرح کامیاب ہو سکیں گے یہ یقینی امر ہے کہ آپ شکست کھا کر نہ صرف اپنی بادشاہت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے بلکہ اپنی عزت وآبرو اور جان بھی گنوا بیٹھیں گے۔ پس کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ ابھی حکومت سے دستبردار ہو کر کسی زیادہ مناسب آدمی کو تخت پر بیٹھنے کا موقعہ دیں۔ ہاں اگر حکومت کرنے کا عزم وارادہ ہے تو پھر ایں عزم الملوک (بادشاہوں کا عزم آپ کا کہاں ہے) یہ الفاظ کہہ کر سیاح نے بادشاہ کے خفتہ عزم [illegible] استقلال کو بیدار کیا۔ چنانچہ بادشاہ نے نہایت جوش [illegible] استقلال اور جلال سے فرمایا۔ واللہ لا آکل الطین بعد ذالک ابدا۔ یعنی خدا کی قسم میں اب کبھی مٹی نہ کھاؤں گا۔ اور اس نے مٹی کھانا ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

اس کے بعد بادشاہ جب دربار میں آیا تو اس نے ذکر کیا کہ میں نے مٹی کھانی چھوڑ دی ہے [illegible] باری اس فوری تبدیلی اور علاج سے بے حد متعجب ہوئے تو بادشاہ نے کہا کہ علاج تو دراصل ہمارے اپنے اندر ہی فطری طور پر موجود [illegible] صرف صحیح طور پر تحریک کی ضرورت تھی جو سیاح [illegible] نے کر دی۔ اور ہماری قوت ضبط اور قوت [illegible] ابھار دیا۔

جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکایت بیان فرمائی تو وکیل صاحب پر حضور کی توجہ اور برکت سے اس حکایت کا ایسا اثر ہؤا۔ کہ وہ فوراً [illegible] اٹھے کہ حضور! آج سے میں بھی اپنے عزم اور پختہ ارادہ سے شراب نوشی سے توبہ کرتا ہوں۔ حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے اس توبہ پر استقامت اور استقلال بخشے۔ حضرت منشی صاحبؓ نے ذکر کیا کہ حضرت علامہ مولانا [illegible] الدین صاحبؓ سے تو میں نے واضح طور پر اپنے دوست کی میخواری کا ذکر کر کے وعظ ونصیحت کی درخواست کی تھی۔ لیکن حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارہ میں اشارۃً بھی کچھ ذکر نہ کیا تھا۔ لیکن ہمارے حاضر ہوتے ہی حضور نے وہ بات بیان فرمائی جو ہزارہا نصائح اور مواعظ حسنہ سے بھی حضور کی توجہ اور قوت قدسیہ کے طفیل بڑھ کر مؤثر ثابت ہوئی۔ اور میرے دوست کو [illegible] عادت بد سے توبہ کی توفیق مل گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام وکیل صاحب کی توبہ سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ انسانی فطرت گناہوں کی زہر سے خواہ کتنی بھی آلودہ کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے اندر ہی خدا تعالیٰ نے اس زہر کا تریاق بھی رکھا ہؤا ہے جس طرح پانی آگ کی حرارت سے خواہ کتنا گرم ہو جائے۔ اور جوش سے ابلنے لگے پھر بھی وہ شدید گرم پانی جب مشتعل آگ پر پڑتا ہے تو اُس کو بجھا دیتا ہے۔ کیونکہ پانی میں حرارت کا اخذ پیدا ہو جانا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ یہی حال انسانی فطرت کا ہے۔ کہ شیطان جو ناری ہے چاہتا ہے کہ انسان کو بھی گناہوں میں ملوث کر کے ناری بنا دے۔ لیکن انسان کی قوت ارادی اور قوت ضبط اس کی فطرت کے اصل جوہر کو جو پاکیزہ ہے ابھارنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس علیہ السلام نے دعا فرمائی اور رخصت کی اجازت فرمائی۔

خیمہ سے باہر نکلتے ہی وکیل صاحب حضرت منشی صاحبؓ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ کہ بھائی کا اثر اور دم عیسیٰ کا اعجاز تو ہم نے بچشم خود دیکھ لیا۔ ہمیں جس علاج کی ضرورت تھی وہ بغیر ہماری درخواست یا بتانے کے کامیاب طور پر کر دیا۔ اور ایک پرانے گنہگار اور عادی مجرم کو ایک آن کی آن میں تائب بنا دیا۔ سچ ہے ؎

یک زمانے صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

درخواست دعا۔ خاکسار کے بڑے بھائی سیاح الدین [illegible] تا حال بیمار ہیں۔ پہلے سے کافی افاقہ ہے ازراہ کرم تمام دوست بھائی صاحب کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے دعا جاری رکھیں۔ خاکسار [illegible] از قادیان

تنظیم اور صحیح قیادت کی برکت

احمدیہ جماعت کو خدا تعالیٰ نے یہ خصوصیت بخشی ہے کہ وہ ایک زندہ اور سچی منجانب اللہ جماعت ہے۔ اُس کی تنظیم زندہ ہے۔ اس کا ایک [illegible] دماغ فعال اور مؤید من اللہ امام ہے۔ جو اس مختصر مگر عالمگیر جماعت کی کشتی کو متلاطم سمندروں میں سے کامیابی کے ساتھ چلاتا جا رہا ہے۔

جماعت کی ابتداء سے ہی اس کی مخالفت اپنوں اور بیگانوں چھوٹوں اور بڑوں حکومت اور رعایا۔ علماء اور سجادہ نشین غرضیکہ ہر ایک طبقہ نے کی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے اس قانون کے ماتحت کہ

انا لننصر رسلنا والذين آمنوا في الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد

مومنین کی اس چھوٹی سی جماعت کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی دیتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے وہ دشمن جو ہر روز اس الٰہی جماعت کی تباہی بربادی کی امید لگائے ہوئے تھے اس کی ترقی اور سربلندی کو دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی نصرت [illegible] اس کے خاص فضل سے ترقی کر رہی ہے لیکن جہاں تک ظاہری اسباب کا تعلق ہے۔ اسکی بلندی میں اسکی عظیم [illegible] تنظیم اور بلند پایہ قیادت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری جماعت نہ صرف ہندوستان اور پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہے بلکہ دنیا کے تمام ممالک میں اسکے مشن قائم ہو [illegible] ہیں۔ اور سکول۔ پریس۔ اخبارات اور کتب کی اشاعت جاری ہے اور وہ دن دور نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے اُس وعدے کو جو اس نے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے ساتھ

كتب الله لاغلبن انا ورسلي

کے الفاظ میں فرمایا تھا احمدیت کے غلبہ کی صورت میں پورا فرمائے گا۔ اور دنیا اسکی شان وشوکت اور عظمت وجبروت کا کرشمہ دیکھ لے گی۔

اس ضمن میں اخبار اہلحدیث دہلی مورخہ ۱۵ دسمبر ۵۳ء کے ایڈیٹوریل کا ایک ضروری اقتباس ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ جس میں معاصر مذکور نے باوجود احمدیت کے خلاف اپنے بغض وعناد کا اظہار کرنے کے حق بات بھی تحریر کر دی ہے۔ اور سچ ہے کہ

الفضل ما شهدت به الاعداء

"احمدیہ جماعت ایک باطل پرست جماعت ہے۔ باطل پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ اسکی تنظیم اور اسکی آرگنائزیشن کس قدر اچھی ہے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب نہ کرنا چاہیئے۔ کہ یہ جماعت جس کے ماننے والے صرف چند لاکھ ہیں۔ آج دنیا کے کئی ملکوں مثلاً عراق۔ شام۔ انڈونیشیا۔ انگلینڈ اور ایک اطلاع کے مطابق اسرائیل میں بھی اپنے تبلیغی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں۔

یہ سب کیوں ہے۔ یہ لوگ کامیاب کیوں ہو رہے ہیں اس لئے اور صرف اس لئے کہ وہ منظم ہیں۔ اور اُن کے قائدین سرگرم عمل ہیں۔ اس کے بعد ہماری جماعت اہلحدیث ہے کس قدر غیر منظم منتشر جماعت ہے۔ جس کے پاس مرکزی ادارہ ہوتے ہوئے بھی کوئی ادارہ نہیں۔ جو زندہ ہوتے ہوئے بھی زندہ ہو۔ . . . . مسلسل بے عملی نے جماعت کی ہمت کو پست کر دیا ہے۔ ان کے اندر بددلی پھیل رہی ہے اور انہیں امیر کارواں سے بغاوت پر آمادہ کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ متحرک رہنے والے افراد ایک ایسی جماعت کے افراد ہیں جو خدمت خلق وخدمت دین اپنا نصب العین بنا چکی ہے۔ لیکن امیر کارواں سویا ہؤا ہے۔ خواب غفلت میں محو ہے۔ کاش کوئی اُس کے کان تک یہ آواز پہنچا دیتا کہ زیادہ سونا ہر طرح خطرناک ہے۔ دنیا جاگ رہی ہے تم بھی جاگ جاؤ" (صفحہ ۱۹)

مندرجہ بالا سطور میں معاصر اہلحدیث نے جہاں تک ایک طرف جماعت احمدیہ کی ترقی اور کامیابی اور عظیم الشان قیادت کو تسلیم کیا ہے۔ وہاں اپنی جماعت کی ناکامی پستی اور ناکام قیادت کا اعتراف کیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اسی مضمون کے شروع میں معاصر مذکور اپنی جماعت کی تعریف میں لکھتا ہے کہ

"ہماری اہلحدیث جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کا مقصد دنیا میں قرآن وسنت کی صحیح تعلیم کا پرچار کرنا اور مسلمانانِ عالم کو اسلام اور تعلیمات اسلام کا صحیح مظہر بنانا ہے۔" لیکن جو کوائف اور حالات وہ اس جماعت کے بیان کرتا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اب اس جماعت کو خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت جو الٰہی جماعتوں کو حق ہے حاصل نہیں اور وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنين کا خوشکن وعدہ اسکے افراد کے شامل حال نہیں۔ دوسری طرف احمدیہ جماعت جس کو معاصر مذکور نے نعوذ باللہ "باطل پرست" قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اُس کی تائید اور نصرت سے حصہ لے رہی ہے۔ اور ہر اعتبار سے ترقی پر ترقی کر رہی ہے۔ کیا اس اقرار کی موجودگی میں جو احمدیہ جماعت کی ترقی کے متعلق خود معاصر مذکور نے کیا ہے اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ آج دین حق کی نمائندگی کرنے والی یہی واحد جماعت ہے۔ کیونکہ "الحق يعلو ولا يعلىٰ" کے اصل کے مطابق علو وبلندی اسی جماعت کے شامل حال ہے۔

قادیان میں جہادِ کبیر!

از مکرم میاں الہ دین صاحب انچارج دفتر زیارت قادیان

بفضلہ تعالیٰ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ موجودہ غیر معمولی حالات میں بھی قادیان کے مٹھی بھر اور بے سر و سامان احمدی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے شب و روز مصروف ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں جب قادیان اور اس کے گرد و نواح کے حالات زیادہ مخدوش ہو گئے تھے تو جماعت احمدیہ کے افراد کو جانی قربانیاں بھی دینی پڑیں۔ جو انہوں نے خوشی سے دیں۔ اس کے بعد حالات کے کسی قدر سازگار ہونے پر قادیان اور گردو نواح میں تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ ابتداء میں یعنی ۱۹۴۷ء سے لے کر اواخر ۱۹۴۸ء تک سلسلہ کے ذمہ دار افسران ہر غیر مسلم زائر یا ملاقاتی کو خود مل کر تبلیغی حالات سے آگاہ کرتے۔ بعد میں کام کی وسعت کے پیش نظر ۲۴ر نومبر ۱۹۴۸ء کو تبلیغی اغراض کے لئے ایک دفتر "دفتر زیارت" کے نام سے کھولا گیا۔

اس دفتر میں دیواروں پر مختلف موزوں تبلیغی قطعہ جات آویزاں کئے گئے۔ نیز سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بڑی سائز کے فوٹو بھی کمرے میں لٹکائے گئے۔

قادیان میں احمدیوں کا غیر معمولی حالات میں منظم طور پر رہنا اکثر بیرونی لوگوں کی توجہ کے کھینچنے کا باعث بنا۔ اور ہر اجنبی جو کسی برات کے ساتھ یا دوسرے کام کے لئے قادیان میں وارد ہوتا ہے یا ہر افسر یا سرکاری ملازم جو اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے قادیان آتا ہے۔ اپنے پروگرام میں احمدیہ جماعت کے مقدس مقامات کی زیارت اور جماعت کے حالات کے متعلق معلومات کو ضرور شامل کرتا ہے۔ اس ضمن میں مسجد اقصیٰ کا منارۃ المسیح خاص دلچسپی کا باعث ہے۔ تقریباً ہر زائر کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ چند منٹ کے لئے اس سفید اور اونچے منارہ پر چڑھ کر قادیان اور اس کے ماحول کا نظارہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و احسان سے زائرین اور واردین جن کی اکثریت ہندو اور سکھ بھائیوں سے تعلق رکھتی ہے کے لئے تبلیغ اسلام اور احمدیت کا بہترین موقعہ میسر آ جاتا ہے۔ چنانچہ اس دفتر کے قیام سے لے کر اس وقت تک ۵۵۰۰۰ سے اوپر افراد اس دفتر میں آ چکے ہیں۔ اور اسلام کی خوبیوں اور جماعت کی مخصوص تعلیمات سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ ان تبلیغی کوششوں سے علاوہ مشرقی پنجاب میں پُرامن اور روادارانہ فضا میں ترقی ہونے کے قادیان کے غیر مسلم معززات کے دلوں میں بھی کافی حد تک صفائی پیدا ہو رہی ہے۔

دفتر زیارت میں تشریف لانے والے زائرین کو حسب حال اردو۔ انگریزی۔ ہندی گورمکھی وغیرہ زبانوں میں لٹریچر بھی دیا جاتا ہے۔ اس وقت تک اس دفتر کے ذریعہ سے تقریباً دس ہزار ٹریکٹ تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ کہ باوجود غیر معمولی اور مخالفانہ حالات کے بعض لوگوں کو قبول حق کی توفیق ملی ہے۔

جو دوست بھی دفتر میں آتے ہیں۔ وہ بفضلہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کے متعلق اچھا اثر لے کر جاتے ہیں۔ اور ان کی بہت سی غلط فہمیاں اور اعتراضات رفع ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں میں مختصر طور پر بعض زائرین کی آراء احمدیہ جماعت کے متعلق درج کر دیتا ہوں۔ ان سے ان کے خیالات اور اثرات کا کسی قدر علم قارئین بدر کو ہو سکے گا۔

(۱) پرنسپل ودھا دار رام صاحب سناتن دھرم کالج انبالہ چھاؤنی تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں مورخہ ۱۴ر مارچ کو قادیان میں آیا اور حسب منشاء یہاں متبرک مقامات اور جگہیں دیکھیں۔ میرے دل کو اس سے بہت خوشی ہوئی۔ میں احمدیہ جماعت کے ان افراد کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جنہوں نے پنجاب کے ہولناک حادثات اور واقعات کے باوجود ہندوستان کو اپنا ملک سمجھا۔ اور یہاں پر قیام رکھا۔"

(۲) مسٹر مدن موہن لال صاحب ایڈووکیٹ دہلی تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے آج قادیان دیکھا۔ اس کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اور احمدیہ جماعت کے مبلغین کی باتیں بھی سنیں۔ قادیان کے احمدی بہت ہی پُرامن خیالات کے لوگ ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے مذہب کی تبلیغ اور ترقی کے لئے وقف ہیں۔ ان کا بے حد شکر گذار ہوں۔ ان کے اخلاق بہت پسندیدہ اور ملائمت والے ہیں۔ چونکہ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب اور چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء سے میرے پرانے مراسم ہیں۔ اس لئے ان مقدس مقامات کو دیکھنا میں نے ضروری خیال کیا۔"

(۳) کیپٹن گوربچن داس صاحب ایف۔ ایم۔ سی فیروز پور فرماتے ہیں:۔

"میں آج قادیان میں اپنی برسوں کی آرزو کو پورا کرنے کے لئے آیا۔ سلسلہ احمدیہ کے دفتر میں حاضر ہوا۔ مقدس مقامات کی زیارت کی۔ میرے دل کو بہت ہی خوشی ہوئی۔ آج مجھے یہ اچھی طرح سے معلوم ہوا کہ احمدیہ جماعت بڑی امن پسند اور خدا کی عبادت پھیلانے والی جماعت ہے۔ ایسی صلح کل اور خدا کا قرب بخشنے والی جماعتیں دنیا میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ میں بھی کوشش کروں گا کہ اس جماعت کی مثال لے کر خدا کی عبادت کر سکوں۔ میں ان کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ خدا کی عبادت اور پاک اوصاف پیدا کرنے کیلئے انہوں نے میرے دل میں خواہش پیدا کی ہے۔"

(۴) سردار اجاگر سنگھ ہیڈ ماسٹر بھٹیاں (ضلع گورداسپور) تحریر کرتے ہیں:۔

"میں آج دفتر زیارت میں صرف قادیان کے مقدس مقامات کی زیارت کیلئے آیا۔ مولوی الہ دین انچارج دفتر نے بہت خندہ پیشانی سے مجھے منارہ اور مسجد وغیرہ کی زیارت کرائی۔ جو میں قادیان کی تعریف سنا کرتا تھا اس سے بڑھ کر اسکو قابل تعریف پایا۔ واقعی احمدیہ جماعت پُرامن۔ خوش اخلاق اور اپنے عقائد میں سچی ہے۔ اس جماعت کے تمام افراد دوسرے لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب پیغمبر احمدیہ جماعت اور حکیم (حضرت) مولوی نور الدین صاحب اور (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے فوٹو دیکھ کر میری طبیعت بہت خوش ہوئی اور دل مانتا ہے کہ واقعی یہ معزز ہستیاں اپنے نور اور اخلاق سے اس جماعت کو روشن کر رہی ہیں اور کر رہی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ انکی بیان کردہ پیشگوئیوں کے مطابق انکی تعلیم لوگوں کے دلوں کو موہ لے۔"

آخر میں احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کام میں برکت دے اور ہمیں اس رنگ میں کوشش و جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسلام و احمدیت کا پیغام ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچا سکیں۔

ہم ہی تو ہیں پیروانِ دینِ ختم المرسلینؐ

از جناب ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفؔ برہ پورہ بہار

معجزہ ہے شش جہت میں سرزمین قادیان
ضوفشاں ہر سمت ہے نورِ جبینِ قادیاں

ہو نمونہ دیکھنا اس دور میں اسلام کا
وہ نظر آئے گا تم کو ہر مکینِ قادیاں

مل گیا بہرہ اسے انوارِ حق سے بیکراں
پڑ گئی جس قلب پر مُہرِ نگینِ قادیاں

پھونکنا چاہا زمانے نے مگر آئی نہ آنچ
اس سے ہے ثابت کہ قدرت ہے امینِ قادیاں

پیش کوئی انجمن کر دے تو اس کی مثل ایک
ناشرِ دیں ہیں یہاں کتنے رہینِ قادیاں

حق کی خاطر مل گئی یہ برتری از فضل حق
بالا از افلاک ہیں گوشہ نشینِ قادیاں

ہم ہی تو ہیں پیروانِ دین ختم المرسلیں
ہے یہی دینِ مدینہ جو ہے دینِ قادیاں

اے مرے بدخواہ سُن کتنا کہ تجھ کو کیا ملا
پھیلتی جاتی ہے دنیا میں زمینِ قادیان

کیا نہیں اعجاز عارفؔ یہ مسیح وقت کا
جی رہے ہیں بہرِ دیں جو ہیں مکینِ قادیاں

خطبہ جمعہ

تم خوشی اور بشاشت سے آگے بڑھو اور تحریک جدید کے چندہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو تا دنیا میں اشاعتِ اسلام ہو سکے

اپنے عظیم الشان مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو! اور یاد رکھو کہ جس قدر تم قربانی کرو گے اسی قدر تم اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے چلے جاؤ گے

تحریک جدید کے دورِ ثانی کے دفتر اوّل سال اوّل اور دفتر دوم سال دہم کے آغاز کا اعلان

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

جیسا کہ میں نے احباب کو

پچھلے جمعہ کے خطبہ میں

بتایا تھا کہ میں جمعہ کے دن شام کو لاہور گیا تھا تا کسی ماہر ڈاکٹر سے اپنے گلے اور دوسرے امراض کے لئے مشورہ لے سکوں۔ جہاں تک گلے کا سوال ہے۔ اس کے بارہ میں گلے کے فن کے ماہروں کی رائے یہ ہے کہ گلے کے اندر سوزش ہے۔ لیکن کوئی خاص بیماری نہیں۔ ضعف کی وجہ سے پٹھے اور چمڑا ڈھیلا ہو گیا ہے۔ اور گلے میں جو مختلف مواد پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو ہلانے یا نکالنے کی اس میں طاقت نہیں رہی اس لئے ان کی رائے میں اب صرف

ایسا علاج کرنا چاہیئے

جس سے پٹھوں میں طاقت پیدا ہو۔ چنانچہ انہوں نے ٹیکوں کے علاوہ بعض معمولی علاج بتائے ہیں۔ جو بظاہر تو میرے لئے مشکل معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ میری طبیعت بہت زیادہ حساس واقع ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے یہ علاج بتلایا ہے کہ میں تیز ٹھنڈے پانی کے غرارے کروں۔ اور اس کے معاً بعد گرم پانی کے غرارے کروں۔ لیکن مجھے سردی اور گرمی کا امتزاج بہت مضر پڑتا ہے۔

نہانے کے سلسلہ میں بھی

بعض ڈاکٹر ایسی تدابیر بتاتے ہیں۔ لیکن میں اس طرح ہمیشہ بیمار ہو جاتا ہوں۔ پس ان تدابیر پر عمل کرنے کی کوشش تو کروں گا۔ لیکن بظاہر ایسا کرنا میرے لئے مشکل ہے۔

گلے کی تکلیف کے علاوہ جو دوسری بیماریاں تھیں۔ ان کے لمبے امتحانات کئے گئے۔ خون ٹیسٹ کیا گیا۔ اور مختلف حالتوں کے ایکسرے بھی لئے گئے مجھے شبہ پڑتا تھا اور ڈاکٹروں کو بھی بعض حالات سے شبہ پڑا کہ پیٹ کے اندر رسولی نہ پیدا ہو گئی ہو۔ لیکن ایکسرے سے یہ شبہ دور ہو گیا۔ گو انتڑیوں میں سوزش پائی گئی ہے۔ بہرحال میں دوائیاں لے آیا ہوں

بیماری کی بنیاد

ڈاکٹری اصول کے لحاظ سے ایسی چیزوں پر ہے جو زیادہ اہم نہیں۔ ڈاکٹر اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی بیماری ایسی نہیں جو فوراً مہلک ہو۔ اور زیادہ سخت ہو۔ لیکن انسانی طبیعت ڈاکٹری اصول کے بالکل اُلٹ دیکھتی ہے۔ طبیعت یہ کہتی ہے کہ اگر ایک شخص ۶۳-۶۴ سال کا ہو گیا ہے اس کے اعضاء اور گوشت بیماری کا مقابلہ نہیں کرتے۔ تو یہ زیادہ خطرناک ہے بہ نسبت اسکے کہ کوئی معین مرض ہو۔ کیونکہ معین مرض کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک خاص عمر تک پہونچنے کے بعد جسم میں بیماری کا مقابلہ کرنے کے لئے طاقت نہیں ہوتی۔ بڑی عمر والے کا بخار تو توڑا جا سکتا ہے۔ بڑی عمر والے شخص کے جگر کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ بلکہ اب بعض طریقوں سے سرطان اور کینسر کا علاج بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ امید نہیں کی جا سکتی۔ کہ اس عمر والے کو ۲۰-۲۵ سال کی عمر کی طاقت دے دی جائے۔ جو عام بیماریوں کا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے ڈاکٹر کی نظر میں جو بیماری کم ہے درحقیقت طبیعت کے فیصلہ کے مطابق وہ بہت زیادہ ہے کیونکہ اس کا علاج معلوم نہیں ہو سکا۔ دنیا میں کوئی ایسا طبیب نہیں جو ۶۰-۷۰ سال کی عمر والے شخص کو ۲۰-۲۵ سال کی عمر کا بنا سکے۔

آج میں حسب دستور سابق

تحریک جدید کے وعدوں

کے لئے جماعت میں تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے دفتر کے لوگوں کے لئے بھی کہ جن کے لئے ابتداً تین سالوں کی تحریک کی گئی۔ اور ان تین سالوں کو بعض لوگ ایک ہی سال سمجھتے رہے۔ پھر وہ تحریک دس سال تک ممتد کی گئی۔ پھر اس کے لئے ۱۹ سال کی مد لگائی گئی۔ اس سال خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ ۱۹ سال بھی پورے ہو جاتے ہیں۔ اس اثناء میں تحریک جدید کے کام کو وسیع کرنے کے بعد خدا تعالیٰ نے میرا ذہن اس طرف پھیرا کہ تمہارے منہ سے جو عرصے بیان کروائے گئے تھے وہ محض کمزور لوگوں کو ہمت دلوانے کے لئے تھے ورنہ حقیقتاً جس کام کے لئے تو نے جماعت کو بلایا تھا۔ وہ ایمان کا ایک جزو ہے۔ اور ایمان کو کسی حالت میں اور کسی وقت بھی معطل نہیں کیا جا سکتا اور اسے کسی صورت میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔ جس خدا نے آسمان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر وحی نازل کر کے مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جس خدا نے آسمان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر کے مسلمانوں کو زکوٰۃ کی تلقین فرمائی۔ جس خدا نے آسمان سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر کے مسلمانوں کو روزے رکھنے کی تلقین فرمائی۔ جس خدا نے آسمان سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر کے مسلمانوں کو حج کی تلقین فرمائی۔ اسی خدا نے آسمان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی تعلیم کو

دنیا کے کناروں تک

پہونچائے۔ اگر کوئی روح ایسی باقی نہ رہے جس تک خدا تعالیٰ کا کلام پہونچ نہ جائے۔ اس نے اپنے کلام میں اس تعلیم کا نام جہاد رکھا اور اپنے پیارے رسول کو مخاطب کرکے فرمایا **وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً** تو اس قرآن کے ذریعہ ساری دنیا کے لوگوں کے ساتھ جہاد کر۔ پس اگر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ آؤ میری خاطر ۱۹ سال نماز پڑھ لو۔ اگر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ آؤ میری خاطر ۱۹ سال زکوٰۃ دے لو اگر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ آؤ میری خاطر ۱۹ سال تک روزے رکھ لو۔ تو وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میری خاطر ۱۹ سال تک اشاعت اسلام میں حصہ لے لو۔ لیکن اگر کسی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ کہے کہ تم میری خاطر ۱۹ سال نماز ادا کر لو۔ یا یہ کہے کہ تم میری خاطر ۱۹ سال زکوٰۃ دے لو۔ یا میری خاطر تم ۱۹ سال روزے رکھ لو۔ تو اسکے لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ کسی کو ۱۹ سال کیلئے تبلیغ اسلام اور جہاد روحانی کیلئے بلائے کوئی کہہ سکتا ہے کہ تم نے خود جماعت کو ۱۹ سال کیلئے تبلیغ اسلام اور جہاد روحانی کیلئے بلا کر اس فعل کا ارتکاب کیا ہے میرا جواب یہ ہو گا کہ اس فعل کا ارتکاب تو میں نے نہیں کیا۔ ہاں اس جرم کا مرتکب فرد ضرور ہوں۔ کیونکہ زمانہ تبلیغ اسلام اور جہاد روحانی کے فرض کو اتنا بھول گیا تھا اور لوگ اس سے اتنے غافل اور ناواقف ہو گئے تھے۔ کہ میری عقل نے بھی خیال کیا کہ ۱۹ سال تک کی کوششوں کے بعد ان کے گناہوں کا ازالہ ہو جائے گا۔ لیکن ۱۹ سال کام کرنے کے بعد مجھے اس کا یہ انعام [illegible]

میرا دماغ روشن ہو گیا

اور میں نے اپنی غلطی محسوس کر لی کہ میرا ۱۹ سال کی جہاد روحانی کے لئے تحریک کرنا لغو بات تھی۔ پس مجھے تو نقد جزا مل گئی۔ تم کو تو تمہاری قربانیوں کے بدلہ میں اگلے جہان انعام ملے گا۔ لیکن مجھے اس کا انعام نقد بنقد مل گیا ہے میں نے خیال کیا تھا کہ شائد ۱۹ سال کے بعد میں تم کو فارغ کر سکوں گا۔ لیکن ۱۹ سال ختم ہونے سے پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے نور بخشا اور میں نے اپنی غلطی کو محسوس کر لیا۔ اور سمجھا کہ میرا ۱۹ سال کے لئے تحریک کرنا لغو بات تھی جس طرح نماز روزہ اور زکوٰۃ ایک مسلمان پر قیامت تک کے لئے فرض ہیں

جہاد روحانی اور تبلیغ اسلام

بھی اس پر قیامت تک کیلئے واجب اور فرض ہے۔ پس میری مثال اس شخص کی [illegible] ہو گی جو ایک ایسا درخت لگا رہا تھا جو بہت دیر میں پھل دینے والا تھا۔ بادشاہ اس جگہ سے گذرا اس کا وزیر بھی ساتھ تھا۔ وزیر کو بادشاہ کا یہ حکم تھا کہ جب میں کسی شخص کے کام پر خوش ہو کر زہ یعنی مرحبا آفرین کہوں تو اسے [illegible] دوں تو اسے

تین ہزار درہم

دے دیا کرو۔ بادشاہ نے جب اس بڈھے کو دیر سے پھل دینے والا درخت لگاتے دیکھا تو اس نے کہا بڈھے کیا تیری عقل ماری گئی ہے کہ تو یہ درخت لگا رہا ہے۔ یہ درخت تو بڑی دیر سے پھل دیتا ہے جب یہ درخت پھل لائے اس وقت سے پہلے تم قبر میں جا پڑو گے۔ بڈھے نے کہا۔ بادشاہ سلامت! آپ کہتے ہیں کہ میں یہ کام کیوں کر رہا ہوں۔ حالانکہ یہی کام میرے باپ دادا نے بھی کیا تھا۔ اگر یہی خیال میرے باپ دادا کو بھی آتا۔ تو وہ یہ درخت نہ لگاتے اور آج میں اس کا پھل نہ کھاتا۔ انہوں نے یہ درخت لگایا۔ اور ہم نے پھل کھایا۔ اب

میں یہ درخت لگاؤں گا

اور میرے بچے اس کا پھل کھائیں گے۔ پھر وہ یہ درخت لگائیں گے۔ اور ان کی اولاد پھل کھائے گی۔ جب شروع سے یہ طریق چلا آ رہا ہے۔ کہ باپ درخت لگاتا ہے۔ اور اولاد اس کا پھل کھاتی ہے۔ تو اس کے خلاف کس طرح کر سکتا تھا۔ میں یہ درخت لگا رہا ہوں تا میری اولاد اس کا پھل کھائے۔ بادشاہ نے یہ جواب سن کر کہا "زہ"۔ واقعہ میں اس بڈھے نے درست کہا ہے۔ اگر پرانے لوگ یہ درخت نہ لگاتے تو ہم اس کا پھل نہ کھا سکتے۔ بادشاہ نے "زہ" کہا۔ تو اس کے حکم کے ماتحت وزیر نے تین ہزار درہم اس دہقان کے سامنے رکھ دیئے۔ وہ بڈھا تھا بڑا ہوشیار اس نے جھٹ کہا۔ بادشاہ سلامت۔ آپ تو فرماتے تھے۔ کہ تو مر جائے گا اور اس درخت کا پھل نہیں کھائے گا۔ لیکن میں تو ابھی اس درخت کو لگا کر گھر بھی نہیں گیا۔ اور

اس کا پھل کھا لیا ہے

بادشاہ نے پھر کہا "زہ" اور وزیر نے تین ہزار درہم کی ایک دوسری تھیلی اس کے سامنے رکھ دی۔ اس پر بڈھے نے کہا۔ بادشاہ سلامت آپ تو فرماتے تھے۔ کہ تو مر جائیگا اور اس درخت کا پھل نہیں کھائیگا۔ لوگ درخت لگاتے ہیں۔ تو سالوں بعد وہ پھل لاتا ہے۔ اور لوگ اس کا پھل سال میں ایک دفعہ کھاتے ہیں۔ لیکن میں نے ایک گھنٹہ میں

دو دفعہ

اس کا پھل کھا لیا۔ بادشاہ نے کہا "زہ" اور وزیر نے تین ہزار درہم کی ایک اور تھیلی اس کے سامنے رکھ دی اس پر بادشاہ نے وزیر سے کہا۔ یہاں سے جلدی چلو ورنہ یہ بڈھا تو ہمیں لوٹ لے گا۔ پس اس بڈھے کی طرح مجھے بھی

ہاتھوں ہاتھ انعام

مل گیا۔ یہ ایک ایسی غلطی تھی جس کا موجب مسلمانوں کا جمود اور سستی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ ۱۹ سال تک کام کرنے کی وجہ سے یہ جمود۔ غفلت اور سستی دور ہو جائے گی حالانکہ ۱۹ ہزار سال تک بھی یہ کام کیا جاتا تو اس کو ختم کرنے کا

سوال پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ فرض کرو اس دنیا کی زندگی ابھی ۱۹ لاکھ سال ہے تو جس طرح نماز روزے زکوٰۃ اور حج ۱۹ لاکھ سال تک جائیں گے تحریک جدید بھی ۱۹ لاکھ سال تک جائے گی۔ اگر فرض کرو۔ کہ دنیا کی زندگی ابھی ۱۹ ہزار سال ہے تو جس طرح نماز۔ روزے زکوٰۃ اور حج ۱۹ ہزار سال تک جائیں گے تحریک جدید بھی ۱۹ ہزار سال تک جائیگی۔ اگر فرض کر لو کہ دنیا کی زندگی ابھی ۱۹ سو سال ہے۔ تو جس طرح نماز۔ روزے زکوٰۃ اور حج ۱۹ سو سال تک جائیں گے۔ تحریک جدید بھی ۱۹ سو سال تک جائیگی۔ تحریک جدید نام تو تمہارے اندر ایک

امنگ پیدا کرنے کیلئے

رکھا گیا ہے۔ ورنہ ہے یہ وہی چیز جو جاھدھم بہ جھاداً کبیراً میں بیان کی گئی ہے کہ تو قرآن کو لے کر ساری دنیا میں جہاد کر۔ قرآن کریم میں متعدد بار نیکی کو پہنچانے۔ پھیلانے اور اس کی تبلیغ کرنے کے ارشاد آئے ہیں۔ اور ان کی تعداد کم نہیں۔ جیسے نماز۔ روزہ اور زکوٰۃ کے لئے قرآن کریم میں احکام نازل ہوئے ہیں ویسے ہی جہاد روحانی اور تبلیغ اسلام کے متعلق بھی ارشادات نازل ہوئے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جو اس کی تعریف کی ہے۔ وہ تھوڑی نہیں۔ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے علیؓ یہ سامنے دونوں پہاڑوں کے درمیان جو وادی نظر آتی ہے۔ اگر اس وادی میں اونٹ اور گھوڑے بھرے ہوں اور وہ سب اونٹ اور گھوڑے مجھے مل جائیں تو یہ کتنی بڑی بات ہے۔ پھر فرمایا اگر تجھے اتنے اونٹ اور گھوڑے مل جائیں تو اس سے بہت زیادہ یہ دولت ہے کہ کسی ایک انسان کو تیرے ذریعہ ہدایت مل جائے۔ دیکھو تبلیغ کرنے اور دوسروں کو ہدایت کی طرف لانے کی کتنی

فوقیت اور عظمت

آپؐ نے بیان فرمائی ہے۔ پس یہ وہ کام ہے جس کو کسی وقت بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ پس میں ۱۹ سال کا دور ختم ہونے پر یہ مانتے ہوئے کہ میں نے یہ کہا تھا۔ کہ ۱۹ سال کے بعد یہ دور ختم ہو جائے گا۔ یہ مانتے ہوئے کہ میں نے یہ الفاظ کہہ کر تمہارے اندر ریا پیدا کر دی تھی۔ کہ اس عرصے کے بعد یہ مالی بوجھ تمہاری پیٹھ سے اتر جائے گا۔

بیسویں سال

کے وعدوں کی تحریک کرتا ہوں۔ چاہے تم یہ کہہ لو کہ میں بے شرم ہو کر پھر مانگتا ہوں۔ یا یہ سمجھ لو۔ کہ میں اپنے وعدہ لوربا کر آ گیا ہوں۔ یا پہلے میں غلطی کا مرتکب ہوا تھا اور اب خدا تعالیٰ نے مجھے غلطی سے نکال لیا ہے۔ تم یوں بھی کہہ سکتے ہو۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہو۔

میری مثال

وہی ہے جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا۔ اور اس کے بعد طائف کی لڑائی ہوئی۔ اور

فتح کے بعد غنیمت کے اموال آئے۔ تو آپ نے مکہ والوں کو نئے مسلمان سمجھ کر ان کی استمالت قلب کے لئے اور انہیں اپنی طرف کھینچنے کے لئے اور تالیف قلوب کے لئے اموال ان میں تقسیم کر دیئے۔ اس پر مدینہ کے انصار میں سے ایک نوجوان نے کہا۔ خون تو ہماری تلواروں کے سروں سے ٹپک رہا ہے اور اموال آپؐ نے اپنے رشتہ داروں اور خاندان کے افراد میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ یہ بات آپؐ تک بھی پہنچی آپ نے انصار کو بلایا۔ اور فرمایا۔ اے انصارؓ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم میں سے بعض لوگوں نے یہ بات کہی ہے۔ کہ خون تو

ہماری تلواروں سے

ٹپک رہا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اموال اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ انصارؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ درست ہے کہ ہم میں سے بعض نوجوانوں نے ایسا کہا ہے۔ لیکن ہم ان سے متفق نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ انصار۔ جو بات کسی کے منہ سے نکل گئی نکل گئی۔ اے انصارؓ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ جب بڑے ہو کر آپؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو قوم نے آپؐ کو رد کر دیا۔ مکہ والوں نے آپؐ کو دھتکار دیا۔ اور اپنے گھر سے نکال دیا ہم جو غیر تھے۔ اور سینکڑوں میل دور رہتے تھے۔ ہم نے آپ کو پناہ دی۔ اور آپؐ کو مکہ والوں کے خلاف مدد دی مکہ والے غصہ میں آ کر مدینہ پہنچے اور آپ پر حملہ کیا۔ اس پر ہم آپکے دائیں بھی لڑے اور بائیں بھی لڑے آگے بھی لڑے اور پیچھے بھی لڑے ہم نے جانیں قربان کر کے آپ کا وطن فتح کر کے دیا۔ مگر جب ہمارے خونوں سے آپؐ کی عزت قائم ہوئی۔ اور آپؐ کا وطن مکہ فتح ہوا۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا مال اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔ اور ہمیں اس سے محروم کر دیا۔ اور ہمیں اس سے محروم کر دیا۔ انصارؓ ایک بڑی مومن قوم تھے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنتے جاتے تھے۔ اور

آہ و زاری

سے ان کی ہچکیاں بندھتی جاتی تھیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم نے یہ نہیں کہا۔ ہم میں سے بعض بیوقوف نوجوانوں نے ایسا کہا ہے۔ بڑوں نے یہ بات نہیں کہی۔ ہم سب اس سے بیزار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے انصارؓ اس مسئلہ کا ایک

دوسرا رخ

بھی ہے۔ تم یوں بھی کہہ سکتے ہو۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنا آخری نبی مکہ میں بھیجا اور اس کی وجہ سے مکہ والوں کو عزت بخشی گئی۔ لیکن مکہ والوں کی بدقسمتی اور ان کے بد اعمال کی وجہ سے وہ اپنے رسول کو مدینہ لے گیا۔ اور جو نعمت مکہ کے لئے مقدر تھی۔ وہ مدینہ کو دے دی گئی۔ پھر خدا تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوئے۔ اور غیر معمولی نشانوں کی مدد سے اس نے اپنے رسول کو فتح نصیب کی۔ جب اس نے مکہ فتح کر لیا۔ اور

کفر کو وہاں سے نکال دیا

تو مکہ والوں کو یہ امید پیدا ہوئی۔ کہ ان کی نعمت انہیں واپس مل جائے گی۔ لیکن ہوا یہ کہ مکہ والے تو اونٹ اور بکریاں ہانک کر لے گئے۔ اور مدینہ والے خدا تعالیٰ کے رسولؐ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ کیونکہ باوجود مکہ فتح ہونے کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ نہیں چھوڑا۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اے انصارؓ تم اس طرح بھی کہہ سکتے ہو۔ انصار کی روتے روتے پھر ہچکیاں بندھ گئیں۔ اور کہا یا رسول اللہ۔ ہم نے یہ بات نہیں کہی! اسی طرح آج

انیس سال کے بعد

یہ بھی ہو سکتا تھا۔ کہ میں تمہارے اموال واپس کر دیتا۔ اور کہتا۔ ۱۹ سال تک جو مال تم نے دیا۔ وہ مال تم لے جاؤ اور اپنے گھروں میں رکھو۔ مگر جیسے فتح مکہ کے بعد ہوا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا۔ کہ میں کہتا۔ مال اور دولت کی کوئی قیمت نہیں۔ تم مال اور دولت اپنے گھروں میں لے جاؤ۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اپنے گھروں میں لے جاؤ۔ تم میں سے کوئی شخص مجھے بیوقوف سمجھے یا عقلمند سمجھے۔ لیکن میں نے تمہارے لئے دوسری چیز کو قبول کیا۔ جب ۱۹ سال ختم ہونے کو آئے۔ تو میں نے فیصلہ کیا۔ کہ میں تحریک جدید کو اس وقت تک جاری رکھوں گا۔ جب تک کہ

تمہارا سانس قائم ہے

تا خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت صرف ۱۹ سال تک محدود نہ رہے بلکہ وہ تمہاری ساری عمر تک چلتی چلی جائے۔ اور جس کی ساری زندگی تک خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے انعام جاتے ہیں۔ اس کے مرنے کے بعد بھی وہ اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ پس میں پھر تم کو

تحریک جدید کے وعدوں

کی طرف بلاتا ہوں۔ ان کو بھی جن کو ابتدائی دور میں حصہ لینے کی توفیق ملی۔ اور ان کو بھی جو بعد میں آئے۔ اور وہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ یا انہیں کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے سوچا ہے کہ اب تحریک جدید کی یہ شکل کر دی جائے کہ ہر دفتر جو بنے گا۔ اس کے دور اول اور ثانی بنتے چلے جائیں۔ اور ہر ایک ۱۹ سال کا ہو۔ جن احباب نے پہلے سے وعدے کئے تھے۔ ممکن ہے انہیں چار پانچ دور میں حصہ لینے کی توفیق مل جائے۔ مثلاً اگر چار دور میں حصہ لینے کی کسی کو توفیق مل جائے۔ تو ۱۹ کو ۴ سے ضرب دینے سے ۷۶ سال بن جاتے ہیں۔ اب اگر کسی شخص نے ۱۳ سال کی عمر میں تحریک جدید میں حصہ لیا ہو۔ اور چار دوروں میں شریک رہا ہو۔ اور اتنے سال اس کی عمر ہو۔ تو وہ چار دوروں میں شامل ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص ۹۰ سال یا ۱۰۰ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ پانچ دوروں میں شامل ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی اسی طرح ۱۹-۱۹ سال کے دوروں میں حصہ لیتے چلے جائیں گے۔ ۱۹ سال میں میں نے جو حکمت رکھی تھی۔ میں اسے بدلنا نہیں چاہتا

ہر دور کے بعد

ایک کتاب لکھی جائے

جس میں تمام حصہ لینے والوں کے نام محفوظ کئے جائیں اور اس کتاب کو جماعت کی لائبریریوں اور مساجد میں رکھا جائے۔ تا آئندہ آنے والے اسے پڑھیں اپنی قربانیوں کا اس سے مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ انہوں نے کس روح سے کام کیا ہے۔ اس وقت تک دفتر دوم نے قربانی کا وہ نمونہ نہیں دکھایا۔ جس کی ان سے اُمید کی جاتی تھی۔ دفتر دوم کے افراد کی قربانی دفتر اول کے افراد کی قربانی سے نصف بھی نہیں۔ اگر دفتر اول کے چندہ کی نسبت ان کی آمد کا بارھواں۔ دسواں یا آٹھواں حصہ بنتی ہے۔ تو دورِ دوم کے چندے کی نسبت دورِ اول کے چندہ کی نسبت کا ⅓ یا ½ ہوگی۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہمارے نوجوان تنخواہوں کے لحاظ سے پہلوں سے بہت بڑھ گئے ہیں۔ لیکن ان کے تحریک جدید کے وعدے کم ہیں۔ اور وصولی اور بھی کم ہے۔

جب کتاب چھپے گی

تو دفتر دوم والوں کو معلوم ہوگا کہ اُن کی قربانیاں ان کے بزرگوں کی نسبت کتنی گری ہوئی ہیں۔ اسی طرح یہ ۱۹ سال کا دور اگلوں میں تحریک کرتا جائے گا۔ ہر ۱۹ سالہ دور کے بعد حصہ لینے والوں کی نسبت نکالی جائے گی۔ اور اسے کتاب میں محفوظ رکھا جائے گا۔ تا آئندہ آنے والے اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی قربانیوں کو پہلے لوگوں کی نسبت زیادہ بڑھائیں۔

میں آخری وعدوں کی

میعاد نہیں مقرر کرتا

کیونکہ میں ابھی دفتر سے بات نہیں کر سکا۔ اور نہ پچھلے سالوں کی تاریخیں مجھے یاد ہیں۔ یہ تاریخیں غالباً مارچ تک جاتی ہیں۔ ہاں جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ تحریک جدید کی وصولی اس سال نہایت خطرناک طور پر کم رہی ہے۔ ممکن ہے اگر وصولی کا یہی حال رہا۔ تو کام رک جائے۔ ابھی تک صرف چھ ماہ کا خرچ ادا ہوا ہے۔ اور ابھی چھ ماہ باقی ہیں۔ لیکن جو خرچ متوقع ہے۔ اس کے مقابلہ میں خزانہ میں جو روپیہ ہے۔ وہ بہت کم ہے۔ بجائے اس کے کہ آئندہ چھ ماہ کا خرچ جمع رہتا۔ کیفیت یہ ہے کہ مجھے ڈر آرہا ہے کہ موجودہ رقم سے ہم خرچ ادا نہیں کر سکیں گے۔ اور اگر یہی حالت رہی۔ اور دو تین ماہ کا خرچ قرض اُٹھا کر کرنا پڑا۔ تو تحریک جدید ایسی

لپیٹ میں آجائے گی

جس سے نکلنا اس کے لئے مشکل ہوگا۔ تحریک جدید کی جائیداد ابھی اس کے خرچ میں مدد نہیں کر سکتی۔ ابھی تک قرضے اتارے جا رہے ہیں۔ ان اخراجات کی وجہ سے جو اس جائیداد کی خرید کے سلسلہ میں اس پر ہوئے۔ یا اس وقت تک تحریک جدید نے بعض قرضے لئے۔ تحریک جدید پر ساڑھے آٹھ لاکھ کا قرض تھا۔ اس لئے جائیداد سے جو آمد ہوتی ہے وہ قرضہ اتارنے میں خرچ ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ تحریک جدید دفتر دوم اور جائیداد کی آمد دونوں کو ملا کر قرضے اتارے جائیں گے۔ لیکن اب تو اتنا بوجھ پڑ گیا ہے کہ دفتر اول سے ۸۰ فی صدی رقم دینے کے بعد بھی اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ پس میں ان دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں

توجہ دلاتا ہوں

کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں۔ وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں۔ کہ اس وقت مشکلات بہت زیادہ ہیں یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے تم کو بھی معلوم ہے۔ اور مجھے بھی معلوم ہے۔ تم بھی اسی ملک کے رہنے والے ہو۔ اور میں بھی اسی ملک کا رہنے والا ہوں۔ تم میں سے اکثر کی آمد کے ذرائع بھی وہی ہیں۔ جو میرے ہیں۔ یعنی تمہاری آمدنی کا ذریعہ بھی زمینداری ہے اور میری آمدنی کا ذریعہ بھی زمینداری ہے بلکہ میری زمین ایسے علاقہ میں ہے۔ جس کی فصل اس سال قطعی طور پر ماری گئی ہے۔ اور یہ سال اس علاقہ کے زمینداروں کے لئے بغیر قرض لئے بظاہر گزارا مشکل ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ پس میں یہ چیز بھی جانتا ہوں۔ اس کے دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن تم بھی جانتے ہو۔ کہ

باوجود ان مشکلات کے

تم اپنی بیوی بچوں کو خرچ دے رہے ہو۔ تم اپنے گھر کے تمام اخراجات چلا رہے ہو۔ تم تعلیم کے اخراجات چلا رہے ہو۔ اگر تم باوجود ان مشکلات کے اپنے سارے کام کر رہے ہو۔ اور سمجھتے ہو کہ شاید اللہ تعالےٰ اگلے سال ہمیں فراخی دیدے۔ تو جیسے تم دوسرے کام کرتے ہو۔ یہ کام بھی کر لو۔ آخر

اس قسم کی تباہیاں

ہمیشہ نہیں آیا کرتیں۔ آٹھ دس سال کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ شدید بارش ہو جائے۔ اور فصل تباہ ہو جائے لیکن ہر سال ایسا نہیں ہوتا۔ یہی ہوتا ہے کہ کسی سال پندرہ بیس فی صدی فصل زیادہ ہو گئی۔ اور کسی سال اس قدر فصل کم ہوگئی۔ یہ تباہی کی فصل بیس فی صدی تک آجائے۔ جس کی وجہ سے اخراجات تو سب اٹھانے پڑیں۔ لیکن نفع کا حصہ سارا ضائع ہو جائے۔ کیونکہ مالیہ وغیرہ تو دینا ہی پڑتا ہے۔ یہ ہمیشہ نہیں ہوتا۔ پچھلے سال سارے ملک میں کپاس کم ہوئی۔ زمیندار بہت گھبرائے۔ اس سال بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ پھر پچھلے سال جہاں کپاس کم ہوئی۔ وہاں قیمتیں بھی بہت زیادہ گر گئیں۔ مگر کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی

کہ گندم کی قیمت یکدم بڑھ جائے گی

چنانچہ سات روپے من سے ساڑھے بارہ روپے من تک وہ پہنچ گئی۔ بلکہ کئی علاقوں میں پندرہ سولہ روپے فی من کے حساب سے گندم بکی۔ اب اگر کپاس کی فصل اچھی نہ ہونے اور بھاؤ گر جانے کی وجہ سے کسی زمیندار کی آمد ۳۰۰ کی بجائے ۱۵۰ روپے رہ گئی تھی۔ تو گندم کے مہنگا ہونے کی وجہ سے اس کی آمد ۳۰۰ کی بجائے ۶۰۰ ہو گئی۔ اور اس طرح کپاس کی قیمت کی کمی نے زمیندار کی آمد کو کم نہ کیا بلکہ گندم کی قیمت کی بڑھوتی نے اس کی آمد کو اور زیادہ کر دیا۔ پس جو کمی ایک فصل کی خرابی کی وجہ سے ہوئی۔ اسے دوسری فصل نے دور کر دیا۔ اس سال بھی یہی سننے میں آرہا ہے۔ کہ اس علاقہ کی کپاس کی فصل قریباً تباہ ہو گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کمی کو دور کرنے کے سامان پیدا کرے گا۔ ممکن ہے گندم یا دوسری فصلوں میں مثلاً کماد میں جو ابھی بیلا نہیں گیا۔ اور اس سے گڑ نہیں نکالا گیا۔ اس سے اتنی آمد ہو جائے۔ کہ کپاس کی تباہی کی وجہ سے آمد میں جو کمی ہوئی وہ دور ہو جائے اور پھر ممکن ہے بعض علاقوں میں کپاس کی فصل اچھی ہوئی ہو۔ آمد کا اندازہ خیالی باتوں پر نہیں رکھنا چاہیئے۔ یہ عقل کی بات نہیں۔ کہ ایک سال بعض اتفاقی واقعات کی بنا پر قیمت چڑھ جائے۔ تو آئندہ سال اپنی آمد کا اندازہ اسی اتفاقی قیمت پر رکھ لیا جائے جو لوگ خیالی قیمتوں پر اپنی آمد کا اندازہ لگاتے ہیں وہ ہمیشہ نقصان اُٹھاتے ہیں۔ مثلاً پچھلے سے پچھلے سال کپاس کی قیمت ۴۰ روپے من ہو گئی تھی اور اس سے پہلے اس کی قیمت ۵۵ روپے من تک پہنچ گئی تھی۔ اب جو شخص اپنی آمد کا اندازہ اس قیمت کے حساب سے لگائے گا۔ وہ حماقت کریگا کپاس کی اصل قیمت سات آٹھ سے دس روپے فی من ہوتی ہے۔ ۵۵ روپے نہیں ہوتی۔ ان قیمتوں کا مل جانا تو ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کو بازار سے گزرتے ہوئے

روپوں کی تھیلی

مل جائے۔ پس ہمیں اپنے اخراجات کا اندازہ لگاتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کپاس کی قیمت سات آٹھ یا حد سے حد دس روپے فی من ہے۔ اور گندم کی قیمت پانچ چھ روپے فی من ہے اگر لوگ ایسا کریں گے۔ تو ان کے حالات درست ہو جائیں گے۔ اور وہ اپنی آمد کو بڑھانے کی ضرورت محسوس کریں گے۔ یہی فصل یورپ اور امریکہ میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن وہ لوگ ہم سے زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ جب جاپان میں پاکستانی وفد گیا۔ تو اگرچہ اس میں کسی حد تک مبالغہ بھی تھا۔ لیکن اس وفد کی یہ رپورٹ تھی۔ کہ وہاں فی خاندان تین ایکڑ زمین ہوتی ہے۔ لیکن اس کی آمد ۶۰۰۰ روپے سالانہ ہوتی ہے۔ یہ قیمت ہمارے ملک کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے۔ یہ آمد ہم سے بیس گنے زیادہ ہے۔ ہمارے ملک میں جس شخص کے پاس ایک مربع زمین ہوتی ہے اور اس کو پانی وغیرہ خوب ملتا ہے۔ تو اُسے خوشحال سمجھا جاتا ہے۔ ایک مربع کو تین ایکڑ زمین سے ایک اور آٹھ کی نسبت ہے۔ جاپان کی آمد میں اور ہمارے ملک کی آمد میں

بیس گنے کا فرق ہے

یہ فرق اسی وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے سوچا غور کیا۔ محنت کی اور اپنے حالات کو درست کرنے کے بعد ایسی تدابیر نکالیں جس سے ان کی آمد ہم سے کئی گنا زیادہ بڑھ گئی۔ جو لوگ ۵۵ روپیہ فی من کے حساب سے کپاس کی آمد کا اندازہ لگاتے ہیں۔ انہیں آمد بڑھانے کے متعلق سوچنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب وہ کپاس کی قیمت سات آٹھ روپیہ فی من لگائیں گے اور گندم کی قیمت پانچ چھ روپیہ فی من لگائیں گے۔ تو انہیں اپنی آمد بڑھانے کی فکر ہوگی۔ اور اس سے یقیناً انہیں فائدہ ہوگا۔

حال ہی میں میں نے

مکی کے متعلق تحقیقات

کی ہے۔ میں امریکہ سے مکی کا بیج منگوانا چاہتا تھا۔ ہمارے مبلغ یو۔ این۔ او کے ماہرین زراعت کو ملے تو انہیں معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں ایسے بیج بھی ایجاد ہوئے ہیں۔ جن سے پچاس من سے ۱۰۰ من تک فی ایکڑ پیداوار ہوتی ہے۔ اب تم سمجھ لو۔ کہ ہماری آمد کو ان کی آمد سے کیا نسبت ہے۔ یہاں مکی کی پیداوار دس من سے بیس من تک ہے۔ اچھے اچھے علاقوں میں ۳۰-۳۵ من فی ایکڑ ہے۔ گویا تمہاری ادنیٰ پیداوار یعنی دس من کے مقابلہ میں ان کی پیداوار ۵۰ من ہے۔ اور تمہاری اعلیٰ پیداوار ۲۰ من کے مقابلہ میں ان کی پیداوار سو من ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ اگر ایک شخص کے پاس چار ایکڑ زمین ہو۔ اور وہ اس میں سے ۲ ایکڑ میں مکی بوئے۔ تو اسے سو من فی ایکڑ کے حساب سے دو سو من مکی حاصل ہوگی۔ اب اگر مکی کی قیمت ۵ روپے فی من بھی فرض کر لی جائے۔ تو تین سو من مکی سے ۱۵۰۰ روپے مل جائیں گے۔ اور اس کے پاس دو ایکڑ زمین پھر بھی رہ جائے گی۔ فرض کرو وہ پھر ایک ایکڑ میں گنا بوتا ہے اب گنا بھی کے لحاظ سے ہر اس سے مار لیشس تک

الگ الگ نسبتیں

ہیں۔ بعض ملکوں میں تین چار سو من بھی گڑ حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ گنے کے حساب سے تو یہاں تک ترقی کی گئی ہے۔ کہ ایک دفعہ کا بویا ہوا گنا گیارہ گیارہ سال تک کام آتا ہے۔ اب اگر ۲۰۰ من فی ایکڑ فرض کر لیا جائے۔ تو دو ایکڑ سے ۴۰۰ من گڑ میسر آجائے گا۔ اگر گڑ کی پرانی قیمت بھی لگا لو۔ یعنی پانچ روپے فی من بھی لگا لو۔ تو اس کی آمد تین ہزار روپے کی ہوگی۔ اور اگر مکی کی قیمت ۱۵۰۰/- روپے اس رقم میں شامل

کر دیئے جائیں تو کل آمد ۵۰۰/ روپے کی ہوئی۔ اور زمین صرف تین ایکڑ تھی۔ اور یہ معمولی آمد ہے۔ جو دوسرے ملکوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ بس بجائے مہنگا اناج فروخت کرنے کے اگر یہ کوشش کرو کہ تمہیں

اچھے بیج مل جائیں

پھر زمین میں اچھے ہل دیئے جائیں۔ اور پانی دیا جائے۔ تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن اگر قیمت کا اندازہ پہلے ہی ۵۰/ روپے فی من لگالیا ہے۔ تو زمیندار کو فصل زیادہ کرنے کی کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ اتنی زیادہ قیمت ہر سال نہیں ملتی۔ ہر سال جو حالات ہوتے ہیں۔ اُن کو مدنظر رکھا جائے۔ تو قیمت بھی ہوگی۔ بہرحال اگر کسی ملک میں کسی سال

غلہ کم ہوتا ہے

تو وہ تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اور اگلے سال ضرور فصل زیادہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر حکومتی معیار پر یہ بات کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ اس میں زمیندار کا تعاون لازمی ہے اس کے تعاون کے بغیر حکومت کی سب تدبیر ہیچ جاتی ہے۔ دیکھ لو اس دفعہ

امریکہ سے غلہ

منگوایا گیا۔ لیکن گورنمنٹ کے تمام افسر پیداوار زیادہ کرنے کے لئے زور لگا رہے ہیں۔ اور جب ملک میں غلہ بڑھ جائے گا۔ اور باہر سے غلہ کم آئے گا۔ تو اس کی قیمت گر جائے گی۔ پچھلی جنگ کے بعد گندم کی قیمت سوا روپیہ فی من تک پہنچ گئی تھی۔ ایک دفعہ لائلپور کے ایک

خوشحال زمیندار

قادیان آئے۔ اور انہوں نے مجھ سے کہا۔ کہ سر سکندر حیات صاحب کے پاس سفارش کریں۔ (وہ ان دنوں ریونیو منسٹر تھے) میں اس بات کے لئے تیار ہوں۔ کہ حکومت مجھ سے ساری گندم لے جائے۔ لیکن گرفتار نہ کرے۔ اس سال گندم کی قیمت اتنی کم ہے۔ کہ میں ریونیو سارا ادا نہیں کر سکتا۔ پچھلے سال زیورات بیچ کر میں نے مالیہ ادا کیا تھا۔ اس سال زیورات بھی نہیں ہیں۔ مجھے قید ہونے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ میں سخت کانگرسی رہا ہوں۔ اس وقت مجھے آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔ جس کے سامنے دست سوال دراز کروں۔ آپ اتنی مہربانی کریں کہ اُن کے پاس میری سفارش کر دیں کہ حکومت ساری گندم لے لے اور باقی مالیہ مجھ پر قرض رکھے۔ کیونکہ میں اس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ بات بہت ہی تکلیف دہ تھی۔ میں نے سردار سکندر حیات صاحب کو خط لکھا کہ اگر یہ واقعات صحیح ہیں۔ تو شریف آدمی کا دل رحم سے بھر جائے گا۔ آپ اس واقعہ

کو دیکھ لیں۔ اگر یہی حالات ہوں تو محض اس لئے کہ وہ کسی وقت کانگرسی تھا۔ یا اب کانگرسی ہے۔ اسے مارنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ آدمی شریف الطبع تھے۔ انہوں نے چوتھے یا پانچویں دن اس کا جواب لکھوایا۔ انہوں نے خود تو خط نہ لکھا۔ بلکہ میاں محمد ممتاز صاحب دولتانہ کے والد مرحوم سے لکھوایا جن کے مجھ سے بھی دوستانہ تعلقات تھے اور سردار سکندر حیات صاحب سے بھی دوستانہ تعلقات تھے۔ انہوں نے لکھا کہ جن صاحب کے نام آپ کی سفارش آئی تھی۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ کے مشورہ کے مطابق کام کر دیا جائے گا

ہمیں پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہ کام ہم نہیں کرتے ہم فصل کی قیمت بڑھا کر اپنی آمد کو زیادہ کرتے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا۔ کہ ہم اپنی

فصل بڑھا کر آمد بڑھاتے

مثلاً کپاس اور گڑ ہے۔ گڑ کی پیداوار ہمارے ملک میں پچاس سے سو من فی ایکڑ ہے۔ لیکن یہ بھی خاص ضلعوں میں۔ لیکن ان ممالک میں ۳۰۰ من فی ایکڑ پیداوار ہے۔ تم اسے مہنگا کر لو۔ تو سارا ملک چیختا رہے گا۔ لیکن اگر اس کی مقدار زیادہ کر لو۔ تو ۱۵۰۰ روپے فی ایکڑ آمد ہو سکتی ہے۔

مجاہدین تحریک جدید کی فوری توجہ کیلئے

جو دوست تحریک جدید کے نئے سال کے وعدے آخر دسمبر تک ارسال کریں گے۔ ان کے نام نیز ان سیکرٹریان تحریک جدید اور عہدہ داران خدام الاحمدیہ کے نام بھی جو اس تعلق میں خاص سرگرمی سے کام کریں گے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے پیش کئے جائیں گے۔ احباب خودی طور پر بھی وکیل المال تحریک جدید قادیان کے نام وعدے ارسال فرمائیں۔ جس قدر ممکن ہو احباب نقد ادائیگی کی بھی کوشش کریں۔ نیز بقایا دار اپنے بقایا صاف کریں۔ نقد وعدہ ادا کرنے والے احباب کی فہرست حضرت اقدس ایدہ اللہ کی خدمت میں جنوری کے پہلے ہفتہ میں بغرض دعا پیش ہو گی ؛

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

بہرحال اس وقت گندم کی

قیمت گرجانے کی وجہ سے

یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ کہ ایک شخص جو آسودہ حال تھا۔ وہ ضلع لائلپور میں نہایت اعلیٰ سات آٹھ مربعوں کا مالک تھا۔ لیکن گندم کی قیمت اتنی گر گئی تھی۔ کہ ساری گندم کے دے دینے کے بعد بھی مالیہ رہ جاتا تھا۔ اور وہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔

بہرحال قبل از جنگ اوسط قیمت گندم کی تین ساڑھے تین روپے فی من تھی۔ اب حالت یہ ہے۔ کہ میرا خیال ہے کہ ۵-۶ روپے فی من سے قیمت نہیں گرے گی۔ بس فصل کی قیمت بڑھانے کی بجائے

یہ سب باتیں

میں جانتا ہوں

اور ان کے جواب بھی جانتا ہوں۔ بلکہ زمینداروں کو تو میں کہتا ہوں۔ کہ جو تباہیاں تمہاری فصلوں پر آئی ہیں۔ وہ میری فصلوں پر بھی آئی ہیں۔ جن حالات سے تم گذرے ہو۔ انہی حالات سے میں بھی گذرا ہوں۔ اس لئے تم یہ نہ کہو کہ ہماری آمد کم ہو گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر تمہاری آمد ایک طرف سے کم ہو جاتی ہے تو دوسری طرف بڑھنے کے امکان بھی ہوتے ہیں ہمیں

زمین اور زمینی چیزوں

سے مبلغ نہ رکھنی چاہیئے۔ ہمیں اس ہستی سے صلح کرنی چاہیئے

جس نے زمین کو پیدا کیا ہے۔ جس نے طاقت پیدا کی ہے۔ اگر تم اس سے صلح کر لو گے۔ اگر تم اُسے اپنی قربانیوں سے خوش کر دو گے تو وہ زمین سے سونا اگلوائے گی۔ اور تمہارے گھروں کو آرام اور راحت سے بھر دے گی۔ خدا تعالیٰ جب کہتا ہے۔ کہ جنت میں مومنوں کو ایسی نہریں ملتی ہیں کہ جن میں دودھ اور شہد چلتا ہے۔ خدا تعالیٰ جب کہتا ہے۔ کہ مومنوں کو جنت میں صاف و شفاف محل ملتے ہیں۔ خدا تعالیٰ جب کہتا ہے۔ کہ جنت میں مومن جو چیز مانگیں گے۔ وہ اُنہیں میسر آ جائے گی انہیں جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ غذائیں ملیں گی۔ تو ہمارا خدا صرف اگلے جہان کا ہی خدا نہیں

وہ اس جہان کا بھی خدا ہے

اگر تم اس کے بتائے ہوئے طریق پر چلو اور محنت سے کام کرو۔ تو اس دنیا میں بھی وہ تمہیں دودھ اور شہد کی نہریں دے گا۔ اس دنیا میں بھی وہ تمہارے لئے فراوانی کے سامان پیدا کر دے گا۔ اور تم اس کی رحمتوں اور فضلوں کو دیکھ لو گے۔ لیکن اگر یہ ہو۔ کہ جس دن تمہارے پاس روپیہ آئے۔ اُسی دن تم خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگو۔ غریبوں پر ظلم کرنے لگو۔ زمین پر اکڑ اکڑ کر چلنے لگو۔ ہمسایوں سے میٹھے منہ بات بھی نہ کرو۔ تو وہ تم پر کیوں فضل کرے گا۔ وہ تمہیں اس دنیا میں جنت کیوں دے گا۔ جب کہ تم نے خود دوزخ لے لیا۔ وہ کہے گا میں جنت تھا۔ تم نے مجھے اپنے دلوں سے نکال دیا۔ اور شیطان جو دوزخ تھا۔ اُسے اپنے دلوں میں جگہ دے دی۔ پس آپ

عظیم الشان مقصد

کو سامنے رکھتے ہوئے اور یہ یاد رکھتے ہوئے کہ جس قدر تم قربانی کرتے ہو۔ اس قدر تم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ گے۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ تمہاری ان حقیر قربانیوں کی وجہ سے ہر جگہ مجھے نیچے دکھانے والے ناکام رہے۔ تم خوشی اور بشاشت سے آگے بڑھو۔ اور پہلے سے بڑھ چڑھ کر وعدے لکھواؤ۔ تا دنیا میں اشاعت اسلام ہو سکے۔ اور تمہارا نام مجاہدوں کی فہرست میں لکھا جائے ؛

ضروری نوٹ:۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جو اخبار کے درمیانی صفحات پر شائع کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ دفتر تحریک جدید اس خطبہ کو وسیع اشاعت دینے کیلئے طبع کرا رہا ہے۔ اور اس صورت میں طباعت وغیرہ کے مزید اخراجات میں کفایت ہو سکے گی۔ (ادارہ)

راما آرٹ پریس میں چھپا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک چمکتا ہوا نشان

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے موجودہ زمانہ کی اصلاح کے لئے مصلح اور اپنا مامور بنا کر بھیجا۔ اور آپ کی صداقت کے لئے ہزارہا نشان تبشیری اور انذاری آپ کے ماننے والوں اور مخالفین میں ظاہر کئے۔ جہاں آپ کے ماننے والوں اور مریدوں کے لئے انی معین من اراد اعانتک کا الہام آپ پر نازل ہوا۔ یعنی یہ کہ جو شخص بھی آپ کی یا آپ کے سلسلہ کی اعانت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کی نصرت اور امداد کی جائے گی۔ وہاں آپ کے مخالفین اور معاندین کے لئے آپ کو انی مھین من اراد اھانتک کا الہام ہوا۔ یعنی جو شخص آپ کی توہین کا ارادہ کرے گا اللہ تعالےٰ اس کی اہانت اور تذلیل کے در پے ہوگا۔

آج احمدیت کو قائم ہوئے نصف صدی سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس مدت مدید میں مذکورہ بالا دونوں الہامات کی سچائی بیشمار دفعہ دنیا کے سامنے آئی۔ حضور اقدس پر ایمان لانے والوں میں سے ہزاروں کو خدا تعالےٰ نے اپنی خاص تائید و نصرت سے نوازا اور اُن کو ہر رنگ میں برکت پر برکت دی۔ اس کے برعکس آپ کے دشمن شدید ذلت و نکبت کے گڑھوں میں گرائے گئے۔ اور اُن پر ناکامی کی مار ماری گئی۔

"انی مھین" کے وعید کی زد میں بیشک عمومی رنگ میں اکثر معاندین سلسلہ آئے لیکن اللہ تعالےٰ کی عجیب حکمت ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے جماعت احمدیہ اور ان مقدس پیشواؤں کی دشمنی میں خاص طور پر حصہ لیا اللہ تعالےٰ نے اُن کی ذلت و رسوائی کے نمایاں سامان پیدا کئے۔

اس سلسلہ میں ایک ضروری روایت مولوی ظفر علی صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار کے متعلق ذیل میں درج کر کے قارئین کی توجہ اُن رسواکُن واقعات اور حالات کی طرف پھرائی جاتی ہے جو مولوی ظفر علی صاحب کی لمبی زندگی میں اُن کے ساتھ اور اب ان کی اولاد کے ساتھ رونما ہوئے ہیں

اس ضمن میں مولوی اختر علی صاحب پسر مولوی ظفر علی صاحب کی تازہ تذلیل اور اہانت اور اسی طرح خواجہ ناظم الدین صاحب سابق وزیر اعظم پاکستان کی رسوائی ماخبارات کے اقتباسات سے ملاحظہ فرمائیں۔ خواجہ ناظم الدین صاحب نے اپنے عدالتی بیان میں احمدیہ جماعت کے متعلق اپنے عناد اور دشمنی کا جو ثبوت گذشتہ دنوں میں مہیا کیا ہے۔ وہ اخبار بین حضرات سے مخفی نہیں۔

"معیار صداقت"

"سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت کا ذکر ہے کہ حضور اقدس احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قیام فرما تھے۔ نماز عصر مسجد میں ادا فرما کر جب حضور باہر تشریف لائے۔ تو حضور کی معیت میں بہت سے احباب تھے۔ یہ عاجز بھی بارگاہ قدس میں حاضر تھا۔ آپ جب جنوبی جانب مسجد کی دیوار کے پاس پہنچے تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور! مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر اخبار زمیندار ایک مجلس میں بطور اعتراض کے کہہ رہے تھے۔ کہ مہدی مسیح اور نبی اور رسول ہونے کا دعوےٰ تو کیا جاتا ہے۔ لیکن صداقت کے ثبوت کے لئے کوئی نشان بھی پیش نہیں کیا جاتا۔ حضور اقدسؑ نے یہ سُن کر فرمایا۔ کہ ہماری صداقت کو معلوم کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے ہزارہا نشانات اور معجزات دکھائے ہیں۔ طالبان ہدایت کی تسلی کے لئے ایک عظیم الشان نشان اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَاِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ" کا الہام بھی ہے۔ یعنی یہ کہ جو شخص میری اعانت کا ارادہ کرے گا۔ تو اللہ تعالےٰ اُس کی اعانت کرنے والا ہوگا۔ اور جو شخص میری اہانت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کی اہانت کرنے والا ہوگا۔

پس جو چاہے اس معیار کے رُو سے بھی میری سچائی کا کھلا کھلا نشان دیکھ لے۔

میں نے حضور کا یہ کلام معجز التیام اپنے کانوں سے سنا۔ ہو سکتا ہے الفاظ میں کچھ کمی و بیشی ہو گئی ہو۔ لیکن مفہوم اور مطلب قریباً قریباً یہی تھا جو عرض کیا گیا ہے۔"

(از حیات قدسی حصہ سوم غیر مطبوعہ سوانح حیات حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی)

(۱)

مولوی اختر علی صاحب کے متعلق اخبار ریاست دہلی مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۵۳ء میں مندرجہ ذیل نوٹ شائع ہوا ہے:-

مولانا اختر علی کو اخلاقی موت مرنے دیا جائے

جرنلزم ایک ایسی دو دھاری تلوار ہے جس کو اگر درست اور صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو یہ قوم کی برائیوں اور کمزوریوں کو ختم کرتی ہے۔ اور اگر اس کا غلط استعمال کیا جائے تو یہ قوم کا گلا بھی کاٹ سکتی ہے۔ چنانچہ مولانا ظفر علی خاں اور اُن کے ولی عہد بہادر مولانا اختر علی خاں (جن کا تحقیقاتی کمیشن کے سامنے خود اپنا بیان ہے کہ یہ مولانا اس لئے ہیں کہ مولانا باپ کے بیٹے ہیں۔ یعنی جس طرح پہلے زمانہ میں ریاستوں کے اندر تحصیلدار کا بیٹا تحصیلدار وزیر کا بیٹا وزیر اور انجنیئر کا بیٹا انجنیئر ہوتا تھا، آپ بھی اپنے مولانا باپ کے مولانا بیٹے ہیں) کی پچھلی زندگی کے حالات پر غور کیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ یہ صحافتی خاندان ملک اور قوم کے لئے ہمیشہ ہی نقصان کا باعث ثابت ہوا اور بددیانتی اور ابن الوقتی کے اعتبار سے شاید مشرق کا کوئی جرنلسٹ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ مولانا اختر علی خاں اس وقت احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان فسادات پیدا کرنے کے جرم میں جیل میں ہیں۔ اور آپ پنجاب گورنمنٹ کو اپنے متعدد خطوط کے ذریعہ یہ یقین دلا چکے ہیں۔ کہ اگر ان کو معاف کر دیا جائے تو یہ آئندہ سیاسیات اور صحافت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائیں گے۔ چنانچہ پاکستان کے صحافیوں کی انجمن کی سٹینڈنگ کمیٹی نے ایک ریزولیوشن کے ذریعہ پاکستان گورنمنٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ مولانا اختر علی خاں کو رہا کر دیا جائے۔

انسان کی موت کی کئی اقسام ہیں۔ اور ان اقسام میں سب سے اہم اخلاقی موت ہے۔ چنانچہ جس صورت میں کہ مولانا اختر علی خاں اپنی اخلاقی موت کے وارنٹوں پر دستخط کرتے ہوئے پاکستان گورنمنٹ سے معافی مانگ چکے ہیں اور شرفاء کے حلقہ میں ایک شخص کا سزا سے بچنے کے لئے معافی مانگ لینا اخلاقی موت ہے۔ ہماری رائے ہے کہ پاکستان گورنمنٹ کے لئے مناسب ہے کہ وہ "مولانا" اختر علی خاں کو اب رہا کر دے۔ اور ان کو غیر سیاسی زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ کیونکہ ان کی تو سال کی قید کے مقابلہ پر ان کی اخلاقی موت کو زیادہ سخت سزا قرار دیا جانا چاہیئے۔ اور ان کو مزید عرصہ کے لئے جیل میں رکھنا لاحاصل ہے۔

نیز اخبار شیر پنجاب ۱۳ دسمبر ۱۹۵۳ء اس ضمن میں مولوی اختر علی کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کرتا ہے:-

"پاکستان کے جنونی اخبار نویس اور بے داڑھی ملّاں مولانا اختر علی نے اینٹی احمدی فسادات کی تحقیقات کرنے والی عدالت کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا تھا سیاسیات میں جھوٹ بولنا اور رنگ بدلنا جائز ہے۔ اور علماء دین بھی ایسا کرتے ہوئے اسلام کی رُو سے معزز اور قابلِ احترام رہ جاتے ہیں۔"

(۲)

خواجہ ناظم الدین صاحب سابق وزیر اعظم و گورنر جنرل پاکستان کے متعلق اخبار ریاست مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۵۳ء لکھتا ہے:-

خواجہ ناظم الدین وزارت سے الگ ہونے کے بعد

لاہور کے ایک اخبار میں یہ دلچسپ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ پاکستان کے سابق گورنر جنرل اور وزیر اعظم اور پاکستان مسلم لیگ کے صدر خواجہ ناظم الدین صاحب حال ہی میں اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کی تحقیقاتی کمیشن کے سامنے شہادت دینے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ اور ریلوے سٹیشن پر اُترے تو آپ کے استقبال کے لئے وہاں گورنر، وزیر اعلیٰ، کمشنر، ڈپٹی کمشنر یا انسپکٹر جنرل پولیس تو کیا کوئی تحصیلدار بھی نہ تھا۔ آپ بےبسی کے عالم میں پلیٹ فارم پر اپنے کسی میزبان کے منتظر تھے۔ کہ ایک فوٹوگرافر نے آپ کا فوٹو دوسرے مسافروں کے ساتھ لے لیا اور اس طرح آپ کے سواگت کا بھرم قائم رہا۔ حالانکہ آپ جب کبھی پہلے تشریف لایا کرتے تو پلیٹ فارم پر سرخ رنگ کی بانات کے فرش بچھا دیئے جاتے۔ بڑے بڑے تمام سول اور فوجی حکام مع گورنر کے استقبال کے لئے موجود ہوتے۔ آپ کے اعزاز میں بینڈ بجتے اور جلوس نکلتے۔

حضرت مسیح نے خوب کہا ہے کہ کامیابی اُن کے لئے ہے جو میدان میں آخری وقت تک قائم و موجود رہے چنانچہ مہاتما گاندھی، مسٹر تلک، سردار پٹیل اور مسٹر جناح وغیرہ مبارکباد کے مستحق ہیں جن کے لئے عزت اور احترام کے جذبات پبلک کے دلوں میں اُن کی زندگی کے آخری زمانہ تک موجود رہے۔ اور وہ لوگ ہمدردی کے مستحق ہیں۔ جن کے پاؤں کی ایک چھوٹی سی لغزش نے اُن کی زندگی میں ہی اُن کو ختم کر دیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

زکوٰۃ اموال کو پاکیزہ کرتی اور بڑھاتی ہے

قادیان میں احمدیہ شفاخانہ

جماعت احمدیہ کی رواداری اور خدمتِ خلق کا نمونہ

از کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ایم بی

صدر انجمن احمدیہ قادیان باوجود اپنے نہایت ہی محدود ذرائع اور غیر معمولی مخالفانہ حالات کے باوجود ایک شفاخانہ کا انتظام چلا رہی ہے۔ یہ شفاخانہ خیراتی ہے اور اس سے فائدہ اُٹھانے والے اکثر قادیان اور اردگرد کے دیہات کے ہندو اور سکھ بھائی ہیں۔ فسادات ۱۹۴۷ء سے پہلے انجمن کی طرف سے جدید آلات سے مکمل طور پر آراستہ ایک ہسپتال قائم تھا۔ جو اب سرکاری ہسپتال کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ چونکہ سلسلہ کا یہ ہسپتال حکومت کے قبضہ میں جا چکا ہے۔ اس لئے نئے سرے سے احمدیہ شفاخانہ کی داغ بیل محلہ احمدیہ میں رکھی گئی۔

ہمارے شفاخانہ میں اِن ڈورز IN DOOR" مریضوں کے علاج کے لئے انتظام ہے۔ چنانچہ سال رواں میں "اِن ڈور" مریضوں کی تعداد ۲۰۳۰ ہے۔ اور "آؤٹ ڈور" مریضوں کی تعداد ۴۰۰۰ تک پہنچتی ہے۔ خدا کے فضل سے ہمارے تعلقات لوکل سرکاری ہسپتال اور لوکل ڈاکٹروں سے بہت اچھے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ بوقت ضرورت تعاون کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مان سنگھ صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس انچارج نور ہسپتال (سرکاری) قادیان اور ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان خاص طور پر تعاون کرتے رہتے ہیں۔ اور شکریہ کے مستحق ہیں

تقسیم ملک کے بعد سال رواں صحت کے اعتبار سے بہترین ہے۔ اس سال نہ وبا کا سامنا نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ملیریا نے شدت اختیار کی۔ علاوہ ہسپتال میں "اِن ڈور" اور "آؤٹ ڈور" مریضوں کا علاج کرنے کے قادیان اور بیرونی دیہات میں جا کر بھی مریضوں کو دیکھنے کا اکثر موقعہ ملتا ہے۔

خدا کے فضل سے باوجود محدود ذرائع اور فنڈ کے خدمتِ خلق کا یہ بہترین طریق جماعت کی طرف سے جاری ہے اور قادیان اور اردگرد کی فضا میں اس کی وجہ سے دن بدن اچھا اثر پڑ رہا ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ خدمات حسنہ بجا لانے کی توفیق دے۔ آمین

ترسیل رقوم کے متعلق ضروری اعلان

بعض احباب اور جماعتیں وقتاً فوقتاً چندہ جات بشمول درویش فنڈ وغیرہ کی رقوم بجائے محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے عہدہ پر بھجوانے کے مختلف احباب اور عہدہ داران کے نام بھجواتی رہتی ہیں۔ چونکہ یہ طریق صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قواعد کے خلاف ہے۔ اور اس سے بلاوجہ رقوم کے اندراج [illegible] میں تاخیر ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا جملہ احباب جماعت کو بالعموم اور عہدہ داران مال کو بالخصوص ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ آئندہ ہر قسم کے چندہ جات کی رقوم صرف محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے عہدہ پر ارسال کی جایا کریں۔

(ناظر بیت المال قادیان)

امتحان کتب سلسلہ

نظارت ہذا کی طرف سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب پیغامِ صلح کا امتحان ۲۴؍جنوری ۵۳ء بروز اتوار لیا جا رہا ہے۔ اور ہر ایک زبان میں پرچہ حل کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں قبل ازیں متعدد مرتبہ بدر میں اعلان کروایا گیا ہے۔ مگر صرف ۳ جماعتوں کی طرف سے فہرست موصول ہوئی ہے۔ باقی جماعتیں اور افراد اس طرف توجہ کریں۔ امتحان کے پرچہ جات کی تیاری اور بھجوانے میں چونکہ کافی وقت لگ جاتا ہے اسلئے جملہ سیکرٹریان تعلیم و تربیت جلد از جلد شامل ہونے والے افراد کی فہرست نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔ تا اس کے مطابق پرچہ جات تیار کئے جا سکیں۔

(ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

ایک سوال - اور - اُس کا صحیح جواب

ہفتہ وار اخبار روشنی بنگلور اپنی اشاعت ۱۳؍دسمبر ۵۲ء صفحہ ۵ پر زیر عنوان عام معلومات مندرجہ ذیل سوال محمد ظہیر الدین طالب علم یاسن کی طرف سے درج کرتا ہے۔

۱۔ قادیانیت کیا ہے؟ اور اُن کے بنیاد کی کیا وجہ ہے۔ ۲۔ اُن کی آسمانی کتاب کا نام کیا ہے۔ ۳۔ ان کا کلمہ کون سا ہے۔ اور اُن کا طریق عبادت کیا ہے۔

اور اس کا مندرجہ ذیل جواب دیا ہے۔

"قادیانیت کا فتنہ تقریباً پچاس سال سے ہندوستان میں چل رہا ہے۔ انگریزوں کی حکومت کے دیگر فتنوں کے ساتھ جو انہوں نے مسلمانوں سے جہاد اور اشاعت حق کے جذبات کو ختم کرنے کے لئے اُٹھایا تھا یہ بھی ایک فتنہ ہے۔ ... ان کی آسمانی کتاب قرآن کریم کے طرز پر بعض قرآنی آیتوں کی تحریف اور ردّ و بدل کر کے انکے پیغمبر مرزا غلام احمد نے لکھی ہے ... اُس کا نام براہین احمدیہ ہے ... وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ جس طرح کہ حضور کے زمانے میں منافق نماز بھی پڑھتے تھے۔ اور کلمہ کا ورد کرتے تھے۔ اس طرح کرنا ان کے لئے ضروری تھا۔ ... لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ والمسیح عبداللہ اُن کا کلمہ ہے۔ ... وہ ہمارے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوتے اور ہمارے امام کو تسلیم نہیں کرتے ... باقی قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ کر لیتے ہیں۔

اخبار "روشنی" میں یہ "تاریک معلومات" کی اشاعت موجب حیرانگی ہے۔ اگر مدیر محترم کو جماعت احمدیہ کے عقائد کے بارہ میں علم نہ تھا۔ تو وہ ہم سے دریافت فرما سکتے تھے۔ کہ آپ حضرات کے کیا عقائد و اصول ہیں؟ غلط معلومات کی بنا پر کسی سائل کو غلط راستہ پر ڈالنا موجب ثواب نہیں بلکہ موجب ... ہے۔

آیئے میں سائل کے سوال کا جواب خود بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریرات سے پیش خدمت کرتا ہوں تاکہ حقیقت حال سب پر ظاہر ہو۔ اور احمدیہ جماعت کے عقائد کے بارہ میں صحیح روشنی حاصل ہو۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

(الف) "مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اُس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حَکم ہوں۔" (اربعین نمبر ۱ صفحہ ۳)

(ب) "ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق۔ حشر اجساد حق ہیں۔ اور حساب حق اور بہشت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلشانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ بلحاظ مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں ایک ذرہ کم کرے یا ترک فرائض و اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اُن سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کو ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں۔ کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے۔ وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اُس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اُس نے ہمارا یہ چاک کر کے دیکھا۔ کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا اِنّ لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین (ایام الصلح صفحہ ۸۶، ۸۷)

مندرجہ بالا حوالہ کی روشنی میں [illegible] مختصر جواب یہ ہے۔

۱۔ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب اس زمانے کے مہدی اور مسیح ہیں۔ جن کی آمد کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ [illegible] کے قیام کی غرض اسلامی شریعت کا استحکام اور اشاعت اسلام ہے۔

۲۔ آسمانی کتاب "قرآن مجید" ہے۔ جو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ "براہین احمدیہ" بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں آپ نے تالیف فرمائی۔ اور جواب کیلئے دس ہزار روپیہ انعام مقرر فرمایا۔

۳۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ "والمسیح عبداللہ" کے الفاظ ایڈیٹر روشنی کی ایجاد ہیں۔ ممکن ہے انکے اعتقاد کی رُو سے جب مسیح ناصری دوبارہ آئیں گے تو کلمے میں "والمسیح عبداللہ" کے الفاظ کا اضافہ ہوگا۔ ورنہ جماعت احمدیہ تو کلمہ طیبہ کی ہی قائل اور اُسی کا ورد کرتی ہے۔

ہمارا طریقہ عبادت یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ [illegible] وہی ہے جو قرآن مجید، سنت نبوی اور احادیث سے ثابت ہے۔ [illegible] کے لئے کسی بھی مقامی احمدی کو دیکھا جا سکتا ہے۔

(خاکسار شریف احمد امینی مولوی فاضل)

ہڑتالوں کی مضرت رسانی

(از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ قادیان)

اللہ تعالیٰ کے فرستادہ نور فراست اور خداداد علم و عقل کے ذریعہ رہنمائی کرتے ہیں اور بہت سی ایسی باتوں سے وہ اپنی قوم کو روکتے ہیں کہ جن کی مضرت کا بعد میں ہی علم ہو سکتا تھا۔ آج سے نصف صدی قبل ہڑتالوں کا کسی کو علم نہ تھا کہ یہ کس قدر مضرت رساں ہو سکتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلامی تعلیم کی روشنی میں ہمیشہ اس امر کی تلقین فرماتے تھے کہ حکومت سے رعایا کو تعاون کرنا چاہیئے۔ اسی میں ان کی بہبودی مضمر ہے۔ باغیانہ طریقوں سے اجتناب لازم ہے۔ مشینی عہد کے فروغ ہونے پر کارخانہ داروں کی دولت بے اندازہ بڑھنے لگی اور حرص و آز کے دیوتاؤں نے باوجود تمول کے مزدور پیشہ کے حقوق ادا کرنے سے روکے رکھا۔ اسی طرح دونوں میں طبقاتی جنگ شروع ہو گئی۔ طبقۂ غرباء کی طرف سے اتلاف حقوق کے تدارک کے لئے جو طریق اختیار کئے گئے ان میں سے ہڑتال بھی ہے۔ چونکہ متمول طبقہ ہی حکمران ہوتا تھا یا حکمران ان کے زیر احسان ہوتے یا زیر اشارہ چلتے تھے۔ حکمران طبقہ کو متمول خرید لیتے تھے۔ اس لئے مزدوروں نے یہ طریق اختیار کیا تاکہ کارخانوں کے بند ہونے سے مالکوں کو مالی نقصان پہنچا کر ان کی اجرتوں کو بڑھانے اور کم منافع لینے پر آمادہ کیا جائے۔

اب تو ہڑتالیں اس قدر ہمہ گیر اور وسیع الاثر ہوتی ہیں کہ امریکہ جیسی عظیم الشان حکومت بھی اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتی اور چار و ناچار مطالبات ماننے پر مجبور ہوتی ہے۔ ہمہ گیری کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے۔ مثلاً لاری بس والے ہڑتال کر دیتے ہیں۔ ایک شہر جس کی آبادی بیس لاکھ کی ہے۔ ہر روز بیماروں اور بچوں کے لئے دودھ کئی میل سے باہر سے آ کر تقسیم ہوتا ہے اسی طرح سبزی۔ گوشت وغیرہ ضروریات زندگی روزانہ آتے ہیں۔ اخبارات چھپ کر تقسیم ہوتے ہیں۔ میلوں میل سے کارخانوں۔ دفاتر دکانوں میں کام کرنے والے لاکھوں افراد اور خرید و فروخت کرنے والوں کی آمد و رفت کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر کوئی بستر مرگ پر پڑا ہے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص کسی فوری کام کے لئے ابھی ابھی پہنچا ہے کہ جلد کام کر کے واپس پہنچے۔ ورنہ ڈیوٹی پر بروقت نہ پہنچ سکے گا۔ اور یہ ہڑتال شروع ہو گئی ہے۔ وہ حیران ہے کہ کیا کرے۔ ننھے دودھ پیتے بچے دودھ کے لئے بلبلا رہے ہیں۔ مریض الگ کراہ رہے ہیں۔ ان کے اقارب کی کرب و آہ سے کہرام مچا ہوا ہے۔ غرضیکہ شہر کا شہر شہر خموشاں کا منظر پیش کر رہا ہے۔ پھر ایک شہر کی ہڑتال میں دوسرے شہروں کے مزدور بھی ازراہ ہمدردی شرکت کرتے ہیں۔ بعض دفعہ سارے ملک کی ریلوں کے ملازم ہڑتال کیا چاہتے ہیں ایک طرف اگر مزدوروں کے نمائندگان کی مساعی سے قانوناً ہڑتالوں کو جائز گردانا گیا ہے۔ تو دوسری طرف دوسرے طبقہ کی کوششیں اس رنگ میں بار آور ہوئی ہیں۔ کہ اس جواز پر بعض پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ اور بعض قسم کی عدالتیں مقرر ہیں جو اس امر کا فیصلہ کرتی ہیں۔ کہ ہڑتال جائز ہے یا نہیں۔ اور مطالبات کا فیصلہ بھی کرتی ہیں۔ صدر جمہوریت مجبور آ مزدوروں کے لیڈر سے گفت و شنید کرتے ہیں۔ اور عوام کی فوری تکالیف کے ازالہ کے لئے فوج کو ان کاموں پر لگا دیا جاتا ہے۔ تاکہ ضروری سروسیں مفلوج نہ ہونے پائیں۔

یہ وسعت اور ہمہ گیری تو بعد میں پیدا ہوئی ابتداء میں کالجوں کی بعض معمولی ہڑتالیں ہوئیں۔ تو اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے اپنی جماعت کو اس سے روک دیا۔ چنانچہ محترم کیپٹن ڈاکٹر محمد دین صاحب نے جو دار البرکات (قادیان) میں رہتے تھے۔ مجھے سنایا کہ ہم کالج میں پڑھتے تھے کہ کالج میں ہڑتال ہوئی حضورؑ کی طرف سے پیغام آیا کہ ہم شریک نہ ہوں۔ چنانچہ ہم کالج جاتے تھے۔ اور ہماری ہی وجہ سے ہڑتال ناکام ہو کر کھل گئی۔ حضورؑ ہڑتال کو اس قدر قابل نفرین سمجھتے تھے۔ کہ علی گڑھ کالج میں آپؑ کے ایک نہایت ہی عزیز نے ایک معمولی سی ہڑتال میں شرکت کی تو آپ نے اسے فوراً جماعت سے خارج کر دیا اور اخبار میں اعلان کر دیا۔ حضرت امام جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طریق پر جماعت کو دیدیا۔ چنانچہ جب حکومتِ برطانیہ کے عہد میں ہمارے ہموطن ہڑتالیں کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ آزادی ملنے پر بھی عوام اس سیکھے ہوئے سبق کو نہ بھولیں گے اور تکلیف کا موجب ہوں گے آج بعینہٖ وہی حالت پیدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ پارلیمنٹ میں بتایا گیا کہ سال رواں کے چھ ماہ میں ہڑتالوں وغیرہ سے قریباً ساڑھے تیرہ لاکھ دن ضائع ہوئے۔ اب کلکتہ میں بندرگاہ پر کام کرنے والے اٹھارہ ہزار اشخاص ہڑتال کر رہے ہیں۔ اسی طرح پنجاب کے ٹیچر بھی صوبہ بھر میں ہڑتال کرنے لگے ہیں۔ اس سے قوم کے بچوں کا جس قدر نقصان ہو گا ظاہر ہے۔ گذشتہ دنوں لکھنؤ یونیورسٹی کے خلاف طلباء نے ہڑتالیں کیں اور تشدد پر اتر آئے۔ اور اچھا خاصہ نقصان کیا۔ آندھرا صوبہ کی تشکیل کی خاطر رمولو صاحب نے بھوک ہڑتال کر کے جان دے دی۔ موت کے معاً بعد صوبہ کے قیام کی نیم منظوری کا اعلان کر دیا گیا۔ اور پارلیمنٹ میں رمولو صاحب کی تعریف کی گئی۔ گذشتہ دنوں پنجاب کے مدرسین میں سے بعض کی بھوک ہڑتال سے ایک وہ کی موت بھی واقع ہو گئی۔ اور ان کے مطالبات۔ اس وقت تسلیم کر لئے گئے۔ اب پنجابی صوبہ کے قیام کے لئے بھی راماں صاحب نے ہڑتال کی تھی۔

اب ہم ذیل میں بعض قابل توجہ امور تحریر کر دیتے ہیں:-

(۱) عام ہڑتال۔ بھوک ہڑتال وغیرہ کرنے کا مطلب ایک تو یہ ہوتا ہے۔ کہ مفید اور ضروری سروسز کو مفلوج کر کے اور حکومت کا ناک میں دم کر کے مطالبات منوا لئے جائیں۔ جب ایک مطالبہ اس طرح منوا لیا جاتا ہے۔ تو ہڑتال کرنے والوں پر بھی آیندہ کے لئے حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور جذام کی طرح یہ مرض ملک میں بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مطالبات مان کر کبھی بھی ان کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔

(۲) چونکہ زیادہ تر نوجوان طبقہ ہی اس میں حصہ لیتا ہے۔ اس لئے ان کا رجحان صرف اس طرف ہوتا ہے کہ بہر حال ان کی ضد پوری کی جائے۔ سو یہ ظاہر ہے کہ خواہ مخواہ کی ضد قوم کے اخلاق کو کس قدر بگاڑتی ہے۔ چونکہ بالعموم مزدور وغیرہ امراء کے خلاف ہڑتال وغیرہ کرتے ہیں۔ اس طرح طبقۂ غرباء کے بڑا ہونے کی وجہ سے ہڑتالیوں کے ہمدرد بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ جو محض طبقاتی محبت کے باعث اخبارات۔ جلوسوں۔ جلسوں وغیرہ کے ذریعہ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

(۳) بظاہر ہڑتال وغیرہ کو بےضرر بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن ہزارہا بار تجربہ سے یہ بات غلط ثابت ہوئی ہے۔ ہمیشہ ہی خشت باری۔ تشدد۔ بد اخلاقی۔ نامناسب نعرہ بازی نے اس کی رفاقت کی ہے۔

(۴) اس میں شرکت کرنے والے آئینی طریق کار سے ہٹ کر غیر آئینی باتوں کی طرف پھری رہتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اکثر غیر مقبول باتوں کے لئے ہڑتال وغیرہ اختیار کر لی جاتی ہے۔

(۵) اس میں شرکت کرنے والوں کا اور حکومت کا اس کے مقابلہ کے لئے کافی روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اور اس کی طرف توجہ کرنے کے بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔

(۶) قوم کے ایسی باتوں کے عادی ہو جانے کی وجہ سے ارباب حکومت بھی اس امر کے خوگر ہو جاتے ہیں۔ کہ جب تک ملک میں ہنگامہ خیزی نہ ہو۔ وہ مطالبات قبول نہ کریں اور جب ہنگامہ برپا ہو جائے تو اپنے اقتدار کے قیام کی خاطر مطالبات قبول کریں۔ کیونکہ پھر انہی سے ووٹ لینے ہوتے ہیں۔

(۷) ارباب حکومت کو بھی چاہیئے کہ ہنگامہ خیزی تک کسی امر کی نوبت نہ پہنچنے دیں۔ جو امر جائز ہو اسے پہلے ہی قبول کر لیا کریں اور جو امر ناجائز ہو اسے کسی ہنگامہ کے باوجود بھی قبول نہ کریں۔ ورنہ ان ہنگاموں کی نذر بے گناہ بھی ہو جاتے ہیں۔

یہ امر باعث صد مسرت ہے کہ جس امر کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے قریباً نصف صدی قبل توجہ دلائی تھی۔ نقصان اٹھا کر لوگ اسے قبول کر رہے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ دنوں جب محترم پنڈت نہرو صاحب نے جالندھر میں کانگرس ورکرز میں تقریر کی تو اس میں بھی ہڑتال وغیرہ کے طریق کار کی مذمت فرمائی تھی۔ اور اب آل انڈیا کانگرس کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ نئی دہلی تک جو بیان جاری ہوا ہے۔ اس میں مرقوم ہے:-

"ملک میں بھوک ہڑتالوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ کہ یہ طریق کار جمہوریت۔ خیالات اور فیصلہ کی آزادی کے لئے ایک خطرہ ہے اور بھوک ہڑتال کے ذریعہ کسی سیاسی یا انتظامیہ معاملہ میں اپنا مطالبہ منوانے کا اقدام ہمدردی کا مستحق نہیں ہے۔ پبلک اخبارات کو چاہیئے۔ وہ اسے نظر انداز کر دیں"

(روزنامہ پرتاپ مورخہ ۸/۱۲/۵۲)

انتقال ہمارے بزرگ صحابی حضرت حکیم عبد الصمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل علالت کے بعد ۱۰/ دسمبر کو جمعرات ۱۱ بجے دن فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ مرحوم کی بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔ مرحوم اسلام و احمدیت کے عاشق صحابہ میں سے تھے۔ جنازہ غائب کی درخواست ہے۔ خاکسار حکیم عبد اللہ دوسالہ میرٹھ یوپی

درخواست دعا:- خاکسار کے والد صاحب محترم شیخ محمد حسین صاحب قادیانی پنشنر سابق صدر محلہ دار الفضل قادیان ایک عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں ان کو کمر اور گھٹنوں کی درد کی تکلیف ہے اور کئی ماہ سے صاحب فراش اور چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ احباب جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ ان کی شفایابی کے لئے خاص طور پر دعا کر کے ممنون فرمائیں۔ والسلام خاکسار عبد الحمید عاجز ناظر بیت المال قادیان)

مسلمان بادشاہوں کے غیر مسلم امراء

مکرم خورشید احمد صاحب۔ جامعۃ المبشرین قادیان

(۴)

ملک کی ترقی و خوشحالی اور سلامتی کے لئے ضروری ہے۔ کہ ملک کی رعایا آپس میں محبت و پریم اتفاق و اتحاد سے رہے۔ حکومتِ وقت سے تعاون کرے۔ ملکی بہبودی اور ترقی کا اسی میں راز مضمر ہے۔ بھارت میں شروع سے ہی مختلف مذاہب رکھنے والی اقوام بستی چلی آئی ہیں۔ اور آج تک اس ملک پر کئی دور آئے ہیں۔ مگر جس دور میں حکومتِ وقت اور رعایا میں تعاون رہا۔ رعایا میں باہم محبت و پریم کا دستور رہا۔ وہی دور بھارت کی ترقی کا دور رہا۔ پرانے زمانے میں مہاراجہ اشوک اور مہاراجہ چندر گپت موریہ کا عہد سلطنت بھارت کی ترقی۔ یکجہتی نیز راعی اور رعیت کے باہمی تعاون کی مثال ہے مغلیہ عہد میں مختلف مذاہب رکھنے والے ہندوستانیوں کا باہمی اتحاد و تعاون بھارت کی ترقی کے باعث رہا ہے۔ اسی تعاون و اتحاد کی برکت سے بھارت سونے کی چڑیا کہلاتا تھا۔ آج جانے والے حکمران نے سونے کی چڑیا۔ کاغذ کی چڑیا بناکر ہمارے ہاتھ میں دی ہے۔ اس لئے پھر سونے کی چڑیا بنانے کے لئے رعایا کا باہمی پریم اور تعاون لازمی ہے۔ مذہبی تعصب سے بالا ہوکر آج کے بھارتیوں کو وہی نمونہ دکھانا چاہیئے جو اس سے پہلے ہمارے بزرگ دکھا چکے ہیں۔

اس ضمن میں ان باغیرت۔ باہمت سرداروں اور امراء کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے حکومت وقت (سلطنت مغلیہ) کو اپنی جانی۔ مالی خدمات پیش کیں۔ اور اپنے خونوں سے بھارت کی سیوا کرتے رہے۔ اس کے بالمقابل مسلم بادشاہوں نے مذہبی تعصب کے جنون سے الگ ہوکر اپنے غیر مسلم اُمراء کو ایسا نوازا۔ کہ اس قدردانی کی مثالیں بھی تاریخ میں شاذ ہی ہوں گی

مرزا۔ راجہ۔ مان سنگھ کچھواہا

سلطنت مغلیہ کا روشن ستارہ۔ بھارت کا سپوت مرزا۔ راجہ مان سنگھ خاندان کچھواہا کو چار چاند لگانے والا راجہ تھا۔ شہنشاہ اکبر اور راجہ مان سنگھ کا نام چولی دامن کا ساتھ رکھتا ہے۔ ہندو امراء میں سے جو شہرت اس نامور راجہ کو حاصل ہے۔ اتنی شہرت اور کسی کو حاصل نہیں۔

ان کے دادا بہارا مل اور باپ بھگوان داس تھے۔ اصل میں یہ راجہ بھگوان داس بھارا مل کے متبنیٰ تھے۔ لیکن راجہ مان سنگھ نے کچھواہا خاندان کی اس قدر عزت بڑھائی کہ اسی نیک بخت سے باپ۔ دادا کا خاندان پہچانا جاتا ہے۔ اگرچہ مغلیہ سلطنت دنیا سے نابود ہوگئی ہے۔ مگر خاندان کچھواہا اور اکبر کی باہمی الفت و محبت اس خاندان کا مسلمانوں سے حسن سلوک آج تک زندہ ہے۔

مرزا۔ راجہ مان سنگھ ۹۶۸ھ میں رتن پور کے مقام پر اپنے پتا کے ساتھ شہنشاہ اکبر کے دربار میں آئے تھے۔ اور اپنے مرنے تک سلطنت مغلیہ کے داہنے بازو بن کر رہے۔ عسر و یسر میں حکومت کا ساتھ دیا۔ اور اپنی خداداد عقل اور طاقت سے مغلیہ حکومت پر اپنی وفاداری و جانثاری نقش فی الحجر کردی۔ سب سے پہلے مہم گجرات میں ہراول کا عہدہ راجہ جی نے شہنشاہ سے مانگ کرلیا۔ دراصل ہراول ہی سب سے مشکل ذمہ داری اور بہادری دکھانے کا عہدہ ہوتا ہے۔ اس عہدہ کے شایان شان راجہ جی نے جوہر مردانہ دکھائے اور بادشاہ کے منظور نظر ہو گئے۔

شہنشاہ اکبر کا زمانہ مغلیہ سلطنت میں فتوحات کا زمانہ مانا جاتا ہے۔ جنگوں کے دوران میں ایسے اوقات آجایا کرتے ہیں۔ کہ انتہائی مایوسی آدباتی ہے۔ اور فاتح کو بھی لڑائی کا پانسہ بدلنے پر جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ ایسے نازک اوقات میں شاہِ وقت اپنے چند قابل اعتماد نامور الوجود سرداروں کو میدان میں بھیج کر آخری بازی لگا دیتا ہے۔ شہنشاہ اکبر کو ایسے کئی نازک مراحل میں سے گذرنا پڑا۔ اور اپنے آخری جانثاروں کی مدد سے عین شکست کے وقت فتح حاصل کی۔

۱۰۰۰ھ میں خان اعظم مع اپنے سرکاری لشکر کے احمد آباد (دکن) میں گھِر گیا۔ اور مرزا اعتبار الملک کے ساتھ دکن کے بہت سے سردار مل کر احمد آباد پر چڑھ آئے۔ تب ایسے نازک وقت میں خان اعظم نے شہنشاہ کو خود تشریف لانے کا لکھا۔ چنانچہ شہنشاہ اکبر فتح پورے عین دربار کرتے ہوئے اپنے چیدہ جانثاروں وفاداروں کے ساتھ دکن کو روانہ ہوئے۔ راجہ بھگوان داس۔ راجہ مان سنگھ شہنشاہ اکبر کے ہمرکاب تھے۔ ستائیس دن کا رستہ سات دن میں طے کیا۔ ان وفاداروں کے باعث شہنشاہ نے فتح پائی۔ بسا اوقات ایسا ہوا۔ کہ جن مہموں سے مسلمان سپہ سالاروں نے جی چرایا۔ ان کو راجہ جی نے بڑی شجاعت سے تسخیر کیا۔

۹۹۳ھ میں شہنشاہ اکبر کے سوتیلے بھائی حکیم مرزا حاکم کابل نے اپنے ملازم معصوم خان کے اکسانے پر پنجاب پر حملہ کردیا۔ شہنشاہ اکبر کے حکم سے راجہ مان سنگھ۔ راجہ بھگوانداس نے اُسے شکست دی۔ پشاور اور سرحدی ملک کا انتظام راجہ مان سنگھ کے سپرد ہوا۔ ۹۹۴ھ میں حکیم مرزا کے وفات پانے کے بعد راجہ جی نے کابل پہنچ کر سارے ملک پر قبضہ کرلیا۔ اور اپنے بیٹے جگت سنگھ کو انتظام سپرد کر کے خود راجہ جی بادشاہ کے حضور آئے۔ شہنشاہ نے آپ کو چھیاسٹھ ہزار روپیہ انعام دیا۔ وظیفے اور جاگیریں عنائت فرمائیں۔

کابل اور سرحدی علاقے میں مغلیہ سلطنت کے استحکام کا سہرا راجہ مان سنگھ کے سر رہے ۹۹۵ھ میں آپ کو بہار کا گورنر بنا دیا گیا۔ بنگال و بہار۔ اڑیسہ۔ دکن۔ کابل و سرحد کے آپ گورنر رہے۔ اور حسنِ تدبیر سے بہترین انتظام قائم کیا۔

۹۹۶ھ میں راجہ بھگوان داس کے مرنے کے بعد شہنشاہ نے راجہ جی کو آپ کے پتا والا خطاب "راجہ" اور منصب پانچ ہزاری۔ گھوڑا مع زین زرین عطا فرمایا۔ چونکہ راجہ جی کی پھوپھی اکبر بادشاہ کے محل سرا میں داخل تھیں۔ اس لئے شہنشاہ راجہ جی کو بیٹوں کی طرح رکھتے عزت کرتے اور بلاتے تھے۔ اس لئے شہزادوں کی طرح انہیں بھی فرزند۔ مرزا راجہ مان سنگھ پکارتے تھے۔ اسی فرزندانہ محبت کی وجہ سے مرزا کا خطاب اس خاندان کے لئے مخصوص ہو گیا۔ اگرچہ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں آخری منصب پانچ ہزاری تھا۔ لیکن مرزا راجہ مان سنگھ کو اعزازی طور پر ہفت ہزاری سے ممتاز کیا گیا۔

آپ نے ۱۰۲۳ھ میں شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں وفات پائی۔ مغلیہ سلطنت کو اس قدر مضبوط بنا گئے۔ کہ صدیوں تک مغلیہ سلطنت قائم رہی۔ تاریخوں میں آتا ہے۔ کہ راجہ جی کی پندرہ سو رانیاں تھیں۔ آپ کے مرنے پر ساٹھ رانیاں ستی ہوئیں۔ اولاد چھوٹی عمر میں مر جاتی تھی۔ زندہ اولاد کو بڑے بڑے عہدے ملے۔ آپ سخاوت میں بے نظیر۔ شجاعت میں لاثانی۔ خوش خلق۔ خوش مزاج تھے۔ ایک لطیفہ مشہور ہے۔ کہ راجہ جی نے مرزا عبدالرحیم کو شطرنج یا چوپڑ میں ہرا دیا۔ حسب شرائط راجہ جی نے خانخاناں صاحب سے بلی کی بولی بولنے کو کہا۔ خانخاناں جان چھڑانے کے لئے کبھی چھپ کر جانے لگے۔ راجہ جی نے دامن پکڑ لیا۔ خانخاناں نے کہا بشما دامنِ مگر ادید۔ آپ میرا دامن چھوڑ دیں۔ مے آیم۔ مے آیم (میاؤں میاؤں میاؤں) یعنی میں آتا ہوں۔ دونوں ہنس دیئے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۳)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہیں سالانہ جلسوں کی اغراض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کیلئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہیگا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری ہیں۔" پھر فرمایا:۔

"اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنیکے لئے اور اُنکی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کیلئے درگاہِ حضرت عزت جل شانہٗ کوشش کی جائے گی۔"

چونکہ سلسلہ احمدیہ ایک روحانی سلسلہ ہے جو خدا کے مقدس نبی کے ہاتھوں قائم ہوا اس لئے اس کا مرکز بھی روحانی مرکز ہے جس کی طرف ہر سعید روح کو ایک جاذبیت اور کشش لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ آج سے ایک عرصہ پیشتر خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مسیح سے کہا تھا کہ

"دور دراز سے لوگ تیری طرف آویں گے"

سو ہر سالانہ جلسہ پر آنیوالا شخص اس پیشگوئی کو پورا کرنے والا بنتا ہے اور اس کے لئے زندہ گواہ قرار پاتا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں اس جلسہ سالانہ کے متعلق فرمایا تھا:۔

"اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور ان کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

آج لوگ اپنی آنکھوں سے اس امر کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ فی الواقع اس جماعت کو غیر معمولی ترقی ہوئی ہے اور وہ جلسہ جس میں شامل ہونے والوں کی تعداد کبھی چند سو نفوس سے زائد نہ تھی آج اس میں چالیس پچاس ہزار کے قریب حاضری ہوتی ہے۔

اگرچہ تقسیم ملک کے بعد قادیان میں یہ اجتماع اس تعداد میں نہیں ہوتا لیکن جماعت کے عارضی مرکز ربوہ میں اس کا نظارہ اب بھی نظر آتا ہے اُسکی شان و شوکت اُسی طرح قائم ہے نہ صرف ایک جگہ بلکہ مقررہ تاریخوں پر دو مراکز میں ایسے اجتماعات منعقد ہوتے ہیں باوجود حالات کے بدل جانے کے خدا تعالیٰ کے فضل سے ہندوستانی احمدیوں کا سالانہ اجتماع قادیان میں ہر سال برابر ہوتا ہے! اور یہ بھی سال بسال ترقی کر رہا ہے اور ہر سال سامعین کی تعداد پہلے سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

الغرض جماعت احمدیہ کا یہ سالانہ اجتماع اپنی تبلیغی تنظیمی اور تعلیمی اغراض کے پورا کرنیکے ساتھ ساتھ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کی بھی دلیل بھی جس کا اقرار خواہ کوئی زبان قال سے نہ بھی کرے زبانِ حال سے وہ بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے کیونکہ اگر یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ اسے کبھی کا مٹا دیتا اور جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا۔ اور کوئی بھی [illegible] ... یہ تو وہ بات ہے جو خدائی ہاتھ کی ہوتی ہے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دعوت:۔ خاکسار کے چھوٹے بھائی سراج دین کے ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تین لڑکیوں کے بعد فرزند عطا فرمایا ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ نومولود مسعود کو نیک سلسلہ کا خادم دین بنائے (خاکسار محمد عبداللہ معمار درویش قادیان)

منافق کون؟

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

ہفتہ وار اخبار روشنی بنگلور ۱۳ر دسمبر ۵۳ء میں ایک مضمون بعنوان "دور حاضرہ کے منافق" شائع ہؤا ہے۔ جس میں یہ امر تعریض کے رنگ میں پیش کر کے کہ احمدیہ جماعت انگریزی حکومت کی وفادار تھی۔ احمدیوں کو منافق قرار دیا ہے۔

حیرانگی ہوتی ہے کہ اس زمانہ کے اخبار نویس حقائق کو کس طرح چھپا کر غلط واقعات پبلک میں پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ کا قرآن مجید کے ارشاد "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" کے مطابق یہ عقیدہ ہے۔ کہ حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ اور ہر ملک میں بسنے والے احمدیوں کو یہی تعلیم ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی حکومت کے وفادار رہیں۔ چنانچہ جب ہندوستان میں انگریزی حکومت کی عملداری تھی۔ جماعت احمدیہ اس حکومت کی وفادار تھی۔ اور ہندوستان کے باہر کے احمدی اپنے اپنے ملک کی حکومت کے وفادار تھے۔ اور اب جبکہ ہندوستان میں ایسی حکومت قائم ہوئی ہے۔ جس میں اکثریت مذہبی نقطۂ نگاہ سے غیر مسلموں کی ہے۔ تو احمدی قرآنی ارشاد کے ماتحت اس حکومت کے بھی وفادار ہیں۔ مگر یہ مضمون نگار صاحب ذرا اپنی حالت کا جائزہ لے کر بتلائیں۔ کہ انگریزی حکومت کے زمانہ میں انہوں نے اُن کی اطاعت و فرمانبرداری کی۔ حالانکہ وہ اسلامی حکومت نہ تھی۔ تو گویا منافقانہ طور پر حکومت کے وفادار تھے۔ اور آج ہند میں ایک لادینی اور غیر الٰہی حکومت ہے۔ اگر آج بھی یہ حضرات اسکے وفادار ہیں۔ تو منافقانہ طور پر۔ کیونکہ ان حضرات کے نظریہ کے ماتحت ایک مسلمان کسی غیر اسلامی حکومت کا وفادار نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ جماعت اسلامی کے لیڈر مولینا مودودی صاحب فرماتے ہیں:

"اس میں شک نہیں۔ کہ اسلام کے اس اصل الاصول کو تسلیم کرنے کے بعد غیر الٰہی حکومت کے ماتحت مسلمانوں کی زندگی مشکل ہوجاتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی زندگی کو آسان کرنے کے لئے اسلام کے اولین بنیادی اصول میں ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ مسلمان اگر غیر الٰہی حکومتوں کے اندر رہنے کی آسانی چاہتے ہیں۔ تو انہیں اصول اسلام میں ترمیم کرنے یا بالفاظ دیگر اسلام کو غیر اسلام بنانے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ البتہ مرتد ہونے کا موقعہ فرد حاصل ہے۔ کوئی چیز یہاں ارتداد سے مانع نہیں ..... صرف ایک راستہ اُن کے لئے کھلا ہؤا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جہاں بھی ہوں۔ حکومت کے نظریہ کو بدلنے اور حکمران کو درست کرنے کی سعی میں اپنی پوری قوت صرف کردیں۔"

(الاستفتاء ۲ فروری ص۱۶)

اس فتویٰ سے ظاہر ہے کہ مولانا مودودی صاحب کے نزدیک درحقیقت مسلمان کے لئے جب تک دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم نہ ہو۔ اس روئے زمین پر ایک پُر امن وفادار شہری کی حیثیت سے رہنے کی گنجائش نہیں۔ اُن کے لئے ایک صورت تو یہ ہے۔ کہ وہ موجودہ حالات میں کسی دوسری دنیا میں ہجرت کر جائیں۔ یا دنیا کی حکومتوں کے باغی ہوکر ان سے جنگ شروع کر دیں یا منافق بن کر رہیں۔ اور کوئی صورت مولانا مودودی صاحب کے فتویٰ کے مطابق مسلمانوں کے اس دنیا میں زندہ رہنے اور پھلنے پھولنے کی نہیں ہے۔

اب مدیر صاحب "روشنی" اپنے لیڈر کے فتویٰ کی "روشنی" میں ذرا اس امر پر "روشنی" ڈالیں کہ انہوں نے ہندوستان سے ہجرت تو نہیں کی۔ اب اُن کا ہندوستان کی ایک غیر اسلامی حکومت میں رہنا کس حیثیت میں ہے۔ آیا باغی کے طور پر یا منافقانہ طور پر؟ پس خود اپنے لیڈر کے بیان کردہ اصول کے مطابق منافقانہ رویہ اختیار کر کے شرعی احکام کی اتباع کرنے والی جماعت پر اعتراض کرنا دیدہ دلیری نہیں تو اور کیا ہے؟

مضمون کے دوسرے حصہ میں جماعت احمدیہ مبلغ وعاقار کے چند سوالات (جو انہوں نے مولوی ارشاد احمد صاحب دیوبندی سے کئے ہیں۔ میں سے ایک سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ سوال حیات وممات مسیح ناصری علیہ السلام سے تعلق رکھتا ہے۔

"پہلا سوال تو محض ایک بیوقوف ہی کے ذہن میں آسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات والا معاملہ اسلام کا کوئی بنیادی مسئلہ نہیں۔ اسلام اب مکمل ہے۔"

اگر حیات وممات مسیح علیہ السلام کا تعلق اسلام سے نہیں۔ تو ذرا وضاحت فرمادیجئے۔ کہ اُن کی دوبارہ آمد کے آپ اب تک کیوں منتظر ہیں۔ اور بانی اسلام علیہ السلام نے اُن کی آمد کی کیوں پیشگوئی فرمائی ہے۔ اور پھر کیوں ان کو دیگر انبیاء کے خلاف آج تک آسمان پر جسد العنصری بغیر کھانے پینے کے .... زندہ سمجھا جاتا ہے۔ اور پھر کیوں اسلام سے ... کی حالت میں اُن کے نزول کے لئے چشم براہ ہیں۔ اگر اس مسئلہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جب وفات مسیح کا اعلان فرمایا۔ تو انہیں کیوں "کافر و مرتد" قرار دیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک آپ حضرات اُن کی آمد یقینی سمجھتے تھے۔ تو اس مسئلہ کا بھی اسلام سے تعلق سمجھتے تھے۔ لیکن جب زمانہ گذرتا چلا گیا اور جارہا ہے اور وہ مسیح ناصری نہ نازل ہوئے اور ابھی نازل ہونے کی کوئی توقع ہے۔ تو اب یہ راگ الاپنا شروع کردیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات والا معاملہ اسلام کا کوئی بنیادی مسئلہ نہیں۔ محترم مدیر صاحب! جب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے یہ دعوےٰ فرمایا کہ

"میں اُس خدا تعالیٰ کی قسم کھاکر کہتا ہوں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث صحیحہ میں خبر دی ہے۔ جو صحیح بخاری اور مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں۔" (اعلان ۱۷ر اگست ۱۸۹۹ء)

تو اُسی وقت ہم پر فرض ہوگیا۔ کہ اس مدعی کے دعویٰ مسیحیت پر غور کرنے سے قبل حیات مسیح کے عقیدہ کا فیصلہ کریں کہ آیا وہ قرآن مجید اور احادیث کے مطابق ہے یا کہ نہیں۔ جب قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہوجائے گا کہ فی الواقع مسیح ناصری بقید حیات موجود ہیں اور وہ اسلام کی دوبارہ ترقی کے لئے آسمان سے نزول فرماہوں گے۔ تو پھر حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ خود بخود باطل ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے بارہ میں بھی اعلان فرمایا:-

"اگر یہ ثابت ہوجائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو ہمارے سب دعوے جھوٹے۔"

(تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲)

پھر فرماتے ہیں:-

"اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جس میں لکھا ہو۔ کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں آسمان کی طرف واپس آئیں گے اور اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام کتابوں کو جلا دینا اسکے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کرلیں۔" (کتاب البریہ ص۱۹۲)

بانی سلسلہ احمدیہ نے حیات و ممات مسیح ناصری علیہ السلام کے بارہ میں اپنی متعدد کتب اور مضامین میں بحث فرمائی ہے! دوسرے علماء سے اسبارہ میں مناظرے بھی ہوئے۔ مگر بڑے افسوس اس میدان میں سب فرقوں کے علماء شکست فاش کھا گئے۔ جب حیات مسیح کا قرآن و حدیث سے اثبات نہ ہوسکا۔ تو اب بحث کا رنگ ہی بدل دیا۔ اور فرمانے لگے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات والا معاملہ اسلام کا کوئی بنیادی مسئلہ نہیں۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی نہیں۔ اگر وہ دوبارہ نزول فرمائیں۔ تو ان پر ایمان لانا ایمانیات میں شامل ہے یا نہیں۔ اور اسلام کے مکمل ہونے کی صورت میں اُن کے دوبارہ آمد کا اسلام سے کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ ... امور پر اگر آپ تحقیق سے غور فرمائینگے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دعاوی پر بحث کرنے سے قبل مسئلہ حیات و ممات مسیح ناصری کا فیصلہ کرنا از بس ضروری ہے۔ گویا احمدیت کے بنیادی مسائل میں سے یہ مسئلہ ... "تعلیمات اسلامی کی ... داعی صاحب ادھر اُدھر ... اُلجھنے کی بجائے ... قرآن مجید اور احادیث کی رو سے ... ناصری پر اپنے خیالات کا اظہار فرمادیں گے تا ... مسائل

"جلسہ سالانہ"

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل لاہور

ہمارا مذہبی سالانہ جلسہ ہونیوالا ہے	دلوں میں شوق دید رونق دینی دوبالا ہے
ہمارا عزم مستحکم ہے ہم اسلام پھیلائیں	اسے اکناف عالم میں خوش اسلوبی سے پہنچائیں
ہدایات رسالت پر عمل خود کر کے دکھلائیں	یگانوں اور بیگانوں کو پھر یہ علم سکھلائیں
یہی تھا اصل مقصد حضرت احمدؑ کی بعثت کا	کہ پھیلے نور سیدنا محمدؐ کی رسالت کا

ستارے بن کے اکمل احمدی اصحاب رخشاں ہوں
یہ پروانے فدائے للّٰہی شمع فروزاں ہوں

درخواست دعا: عبد الغفور صاحب ... بیمار ہیں ... بنگلور کے ہسپتال میں داخل ہیں احباب اُن کی شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔ (شریف احمد امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ)

جناب شیخ محمود الحسن صاحب آئی سی ایس کمشنر چٹاگانگ مشرقی پاکستان کی قادیان آمد

قادیان ۲۲؍دسمبر۔ آج چار بجے کی گاڑی سے جناب شیخ محمود الحسن صاحب آئی سی ایس۔ کمشنر چٹاگانگ زیارت مقامات مقدسہ کے لئے قادیان تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ مولوی سعید احمد صاحب انسپکٹر بیت المال مشرقی بنگال بھی قادیان آئے۔ آپ دو تین روز تک قادیان میں تشریف رکھیں گے اور مقدس مقامات کی زیارت اور دعائیں کرنے کے بعد ربوہ میں جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار کریں گے۔ جناب شیخ صاحب اس سے پہلے مدراس اور ہندوستان کے بعض حصوں میں بطور ڈپٹی کمشنر کے کام کر چکے ہیں اور اس کے بعد مغربی پنجاب کے بعض اضلاع میں بھی ڈپٹی کمشنر رہ چکے ہیں۔ آپ قادیان کے مقدس مقامات کی زیارت سے بہت خوش ہوئے۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے کشمیر سے بہت سے مہمان آ چکے ہیں۔ دوسرے علاقوں سے ابھی تک مہمان آنے شروع نہیں ہوئے۔ جلسہ سالانہ کے انتظامات محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ افسر جلسہ سالانہ اور مولوی برکت علی صاحب نائب افسر کے زیر نگرانی کئے جا رہے ہیں جلسہ گاہ کی سٹیج تیار ہو چکی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے اس کے لئے بھی انتظامات ہو رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے جلسہ سالانہ کو ہر طرح سے کامیاب کرے۔

مبلغین ہند کی تبلیغی جد و جہد کا مختصر خاکہ

بابت ماہ جنوری ۱۹۵۶ء تا نومبر ۱۹۵۶ء

۱۔ عرصہ زیر رپورٹ میں کل ۵۳ مبلغین ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں فریضہ تبلیغ سرانجام دیتے رہے جن میں سے ۸ مرکزی مبلغین یا انچارج مبلغ کے طور پر اور بقیہ جونیئر مبلغین کی حیثیت میں چھوٹے شہروں اور قصبات میں کام کرتے رہے۔

۲۔ اس عرصہ میں جملہ مبلغین کرام نے کل ۲۴۲۹۵ افراد تک پیغام حق پہنچانے کی سعادت حاصل کی۔

۳۔ اور تمام مبلغین حضرات نے اپنے اپنے حلقہ جات میں کل ۱۳۵۷۵ کاپیاں مطبوعہ لٹریچر تقسیم کیا۔

۴۔ خالص تبلیغی اغراض کے ماتحت عرصہ زیر رپورٹ میں ۵۲۲۸۷ میل کا سفر کیا گیا۔

۵۔ خدا کے فضل سے عرصہ زیر رپورٹ میں کل ۱۴۶ افراد کو بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ایک قیمتی تصنیف با رعایت

حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی کی رائے:۔

صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے پاک گروہ کے حالات ایمان و عرفان کی زیادتی۔ روح کی بالیدگی اور جوش عمل پیدا کرتے ہیں اور یہ لوگ ان کے اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنا کر روحانیت کی بلندیوں میں جلد جلد پرواز کرے۔ اصحاب احمد جلد دوم کے متعلق حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی جیسے قدیم صحابی فرماتے ہیں۔ "ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے۔ قادیانی نے اس تالیف کی کتاب کو نہ صرف ظاہری شکل میں دیدہ زیب شائع کیا ہے بلکہ سلسلہ احمدیہ کی ایک بیش قیمت خزانہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے حالات میں حضرت مسیح موعود و صحابہ کرام کے غیر مطبوعہ مکتوبات و غیر مطبوعہ ہی درج کر کے محفوظ کیا ہے۔ میں آپ کی قدر کرتا ہوں اس نیک کام کے جاری رکھنے میں مدد دیتے ہوئے کار ثواب میں شریک بنیں۔ اسی طرح انہوں نے مکتوبات احمدیہ (صفحات ۹۶) کی شکل میں حضرت خلفاء کرام۔ حضرت ام المومنین حضرت مولوی عبد الکریم صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے خطوط اور بعد کے تاریخی مکتوبات وغیرہ مع بعض بلاک شائع کر کے ایک احسن کام سرانجام دیا ہے۔" اصحاب احمد جلد دوم رعایتی قیمت ۵ روپے بجائے ۶ روپے۔ مکتوبات احمدیہ رعایتی قیمت سوا روپیہ بجائے ڈیڑھ روپیہ۔ دونوں اکٹھے خریدنے والوں کو مزید نصف روپیہ کی رعایت ہوگی۔ ان کتب نیز سلسلہ کی تمام کتب۔ قرآن مجید مترجم و غیر مترجم ملنے کا پتہ۔ عبد اللطیف تاجر کتب قادیان